



ماہنامہ محدث لاہور

شمار نمبر: 22۔۔۔۔ جلد نمبر 2۔۔۔۔ شماره نمبر 12۔۔۔۔ دسمبر 1972ء۔۔۔۔ ذوالقعدة، ذوالحجۃ 1392ھ

ماہنامہ 'محدث' لاہور کا اجمالی تعارف

مدیر اعلیٰ: حافظ عبدالرحمن مدنی مدیر: ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

ماہنامہ 'محدث' لاہور، ہندوستان سے نکلنے والے ایک رسالے کی ارتقائی شکل ہے۔ جامعہ رحمانیہ دہلی سے نکلنے والے رسالے۔ جس کا نام محدث

تھا کو پروان چڑھاتے ہوئے تقسیم ہند کے بعد دوبارہ ماہنامہ 'محدث' لاہور کے نام سے پاکستان میں معروف عالم دین و دانشور

حافظ عبدالرحمن مدنی نے اس کا اجراء کیا۔ یہ تحقیقی رسالہ 1970ء سے اب تک کامیابی و کامرانی سے شائع ہو رہا ہے، واللہ الحمد!

محدث کی علمی پہچان کے حوالے سے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ ہر صاحب علم و فضل کی ضرورت بن چکا ہے کیونکہ اس کے مضامین جدید فکر کے حامل اور

محدثانہ افکار کیلئے شمشیر بے نیام کی حیثیت رکھتے ہیں۔

گھر بیٹھے 'محدث' وصول کیجئے!

قارئین کرام! گھر بیٹھے محدث حاصل کرنے کیلئے درج ذیل طریقہ کار اختیار کریں!

فی شمارہ: 20 روپے زیر سالانہ: 200 روپے بیرون ملک: 20 ڈالر

بذریعہ منی آرڈر / بینک ڈرافٹ 200 روپے بھیج کر سال بھر گھر بیٹھے محدث وصول کریں اور علمی و تحقیقی مضامین سے استفادہ کریں۔

ایڈریس: ماہنامہ محدث، 99 جے، ماڈل ٹاؤن، لاہور 54700۔ فون نمبر: 35866476 / 3586639 - 042

موبائل: 0305 - 4600861

انٹرنیٹ پر محدث پڑھنے اور ڈاؤن لوڈ کرنے کیلئے درج ذیل ویب سائٹ دیکھئے!

www.mohaddis.com www.kitabosunnat.com

مزید تفصیلات کیلئے: webmaster@kitabosunnat.com

اجرائے محدث کے مقاصد

عناد اور تعصب قوم کیلئے زہرِ بلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں!

لیکن تعصبات سے بالاتر رہ کر افہام و تفہیم اُمت کیلئے رحمت کا باعث ہے۔

علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار، انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں!

لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دُقیانوسِ بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔

غیر مذہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اقدار کے منافی ہے!

لیکن دینِ اسلام پر غیر مذہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام نہ دینا حمیتِ دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

تبلیغِ دین اور اشاعتِ اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالحِ دینیہ کے خلاف ہے!

لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رواداری برتنا اور قوانین و مسائلِ اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

آئین و سیاست سے بیگانہ ہر کر عبادت کیلئے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے!

لیکن جدوہو دین سیاست سے تورہ جاتی ہے چنگیزی۔

جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اوصاف میں داخل ہے!

لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عینِ جہاد ہے۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ
محدث لاہور

کا مطالعہ فرمائیے، آپ اس کو ان جملہ صفات و محاسن سے مزین پائیں گے، ان شاء اللہ! کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

فہرست

فکر و نظر.....	2
مدینہ منورہ.....	8
قربانی کی مشروعیت اور منکرینِ سنت کا موقف.....	9
پیدائش بت کدہ میں، فطرت بت شکن.....	20
حضرت مولانا حافظ عبد الرحیم صاحبؒ (کلاچی والے).....	26
تعارف و تبصرہ کتب.....	31

فکر و نظر

ہمارے محترم صدر

انٹرویو کم دیں، تقریریں بہت کم کیا کریں

ملکی صدارت کا منصب بہت اہم ذمہ داری ہے۔ صدر مملکت کا ایک ایک حرف، اس کا ایک ایک جملہ اور اس کی ایک ایک بات، مملکت کی پالیسی کی جان، ملکی دستور کی روح، ملک کے لئے ایک قانون، قوم کی ایک تاریخ اور اس کے لئے ایک لائحہ عمل کا درجہ رکھتی ہے۔ جہاں وہ عوام کے قریب ہوتا ہے وہاں اس کا ریزور ہونا بھی ملکی مفاد میں ہوتا ہے۔

صدر بھٹو کے آئے دن جو انٹرویو آتے رہتے ہیں اور ان کی تقریروں کا جو طوفانی سلسلہ شروع رہتا ہے، اس کی وجہ سے بعض اوقات وہ تضاد اور جذبات کا شکار ہو جاتے ہیں، بہت سی باتیں جو نہیں کہنا چاہئیں کہہ جاتے ہیں۔ مقام و مرتبہ کے اعتبار سے جو رکھ رکھاؤ مناسب ہوتا ہے۔ اس کا رنگ پھیکا پڑ جاتا ہے۔ دنیا کے لئے جہاں ان کی زندگی ایک ’کھلی کتاب‘ ہوتی ہے وہاں وہ ایک پُرکشش اور دلچسپ ”سراپارا“ بھی ہوتی ہے۔ گو باتیں سب صحیح ہوتی ہوں تاہم ہر صحیح بات کہہ ڈالنے کے لئے بھی نہیں ہوتی۔ اس لئے ہم اپنے صدر محترم جناب بھٹو سے یہ دردمندانہ اپیل کرتے ہیں کہ وہ دنیا کو انٹرویو کم دیا کریں اور تقریریں بہت کم کیا کریں۔ اتنے ارزاں نہ ہوں کہ بھاؤ اپنا وزن کھودے۔ جہاں عوام سے رابطہ ایک عوامی ضرورت ہوتی ہے وہاں ”کم آمیزی“ بجائے خود عوامی مفاد میں ہوتی ہے۔

صدر بھٹو نے اب تک جو انٹرویو دیئے، تقریریں کیں اور دربار لگائے ہیں، عموماً عوام نے ان سے جو تاثر لیا، یہ ہے کہ صدر مملکت ضرورت سے زیادہ ”فاش“ ہو جاتے ہیں اور بالکل یوں جیسے کسی کا ”بھرم“ کھل گیا ہو۔ اس لئے جتنی بار ان کی تقریریں آئی ہیں ان سے عوامی بے چینیوں میں اضافہ ہوا ہے۔ کمی نہیں ہوئی اور برونی دنیا ان سے صرف محفوظ ہوئی ہے، مطالعہ کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ گو ہماری یہ باتیں کچھ دوستوں کو ناگوار گزریں گیں لیکن کیا کیا جائے، ہمیں ملکی مفاد، قومی وقار اور ملی مستقبل اسی بات میں نظر آتا ہے کہ صدر مملکت اتنے ”بے حجابانہ“ آگے نہ بڑھیں کہ دنیا محض تماشہ سمجھے۔

(۲)

پاکستان جمہوری پارٹی شہر لاہور کے زیر اہتمام لاہور میں ایک جلسہ عام ہوا جس میں پی ڈی پی کے رہنماؤں نے تقریریں کرتے ہوئے کہا کہ: ”صدر بھٹو نے عوام یا قومی اسمبلی سے رجوع کیے بغیر اقوام متحدہ میں اپنے نمائندے کے ذریعے بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کا وعدہ کر لیا ہے جو کہ ان کی جمہوریت پر عدم یقین کی ایک مثال ہے۔ حالانکہ بنگلہ دیش کو پورے مغربی پاکستان کے عوام اور ان کی قومی اسمبلی بھی تسلیم کرنے کی مجاز نہیں ہے۔“

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

نائب صدر جمہوری پارٹی رانا نذر الرحمن نے صدر بھٹو اور پیپلز پارٹی پر جو تبصرہ کیا، وہ کافی جاندار اور وزنی ہے، انہوں نے کہا:

جناب بھٹو اور ان کی پارٹی نے یہ اعلان کیا تھا کہ ہمارا دین اسلام ہے، ہماری سیاست جمہوریت ہے اور ہماری معیشت سوشلزم ہے، ہم لوگوں کو روٹی، کپڑا اور مکان دیں گے اور انسانی شرف اور مساوات پر مبنی ایک نیا معاشرہ قائم کریں گے۔ اقتدار سنبھالے انہیں ایک سال کا عرصہ ہو گیا ہے۔ اور جہاں تک ان کے اسلام پر عمل پیرا ہونے کا تعلق ہے پوری قوم کے مطالبہ کے باوجود شراب، جوئے اور دوسری خلافِ شرع باتوں پر پابندی نہیں لگائی گئی۔

جمہوریت نوازی کا یہ عالم ہے کہ نہ صرف حزب اختلاف کے رہنماؤں اور کارکنوں کے خلاف جھوٹے مقدمات قائم کیے گئے بلکہ ان کی اپنی پارٹی میں اختلاف کرنے والوں کو بھی نہیں بخشا گیا۔ پیپلز پارٹی نے حزب اختلاف کے جلسوں میں گڑبڑ کا رواج ڈالا تھا لیکن ان کا خمیازہ اب انہیں خود جھگٹنا پڑ رہا ہے۔ چنانچہ اب صدر بھٹو دوسروں کو مخالفانہ رائے قتل کے ساتھ سننے کا سبق دے رہے ہیں۔

سوشلزم کی حالت یہ ہے کہ صنعتکاروں اور مزدوروں، دونوں کو متضاد باتوں سے خوش کیا جا رہا ہے۔ چینی، آٹا، چاول اور دوسری ضروریات زندگی کی قیمتیں جتنی اب ہیں، اتنی کبھی نہ تھیں۔“ انہوں نے الزام لگایا کہ ”ٹریڈنگ کارپوریشن نے جتنی چینی درآمد کی ہے وہ پارٹی کے ارکان اسمبلی چور بازاری میں فروخت کر رہے ہیں۔ اسی طرح ہزاروں ایسے کارکنوں کو ڈپو بخشے گئے ہیں جو بوسہ راشن کارڈوں پر چینی کی بلیک کر رہے ہیں۔“ (نوائے وقت ۴ دسمبر)

جمہوری پارٹی کے رہنماؤں نے صدر بھٹو اور ان کی پارٹی پر جو الزامات عائد کئے ہیں وہ صرف پی ڈی پی کی طرف سے نہیں عائد کیے جا رہے بلکہ پورے ملک کے عوام کو ان سے یہ شکوہ ہے۔ یہاں تک کہ خود پارٹی کا باضمیر عنصر بھی یہی الزام عائد کر رہا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ صدر بھٹو کی قیامت میں جو لوگ آئے ہیں، ان میں سیاسی شعور رکھنے والے باضمیر لوگوں کی بہت کمی ہے۔ بلکہ اب جو ملکی سیاسیات کے وارث بن گئے ہیں، ان کا اپنا کوئی سیاسی ماضی بھی نہیں ہے اس لئے آج وہ قوم کی سیاسیات پر بوجھ بن رہے ہیں۔ چنانچہ صدر بھٹو اس میدان میں نہ صرف تنہا رہ گئے ہیں بلکہ ان کی وجہ سے بدنام بھی ہو رہے ہیں۔ ہم نے پیپلز پارٹی کے تانے بانے سے یہ محسوس کیا ہے کہ ملک کے جس باضمیر طبقہ نے مسٹر بھٹو اور مسٹر مجیب کی قیادت میں چلنے سے انکار کیا تھا وہ کافی معنی خیز تبلیغ کی حیثیت رکھتا ہے اور بعد کے حالات نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ پاکستان کے باہوش، باوضع اور باضمیر لوگوں کو اپنے اعتماد میں لینے میں ان دونوں رہنماؤں کی ناکامی دراصل انہی معنی خیز تلمیحات کی صداقت کی دلیل ہے جن کی بناء پر ملک کے ہوش مند لوگوں نے ان سے اپنی برأت کا اظہار کیا تھا۔ بہر حال ان دونوں کی قیادت ملک کے لئے بابرکت ثابت نہیں ہوئی۔

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا

آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا

نگلہ دلش کا فتنہ اتنا منحوس نکلا ہے کہ ہمارے ملک کے دو ٹکڑے کر کے بھی ہمارا پیچھا نہیں چھوڑ رہا۔ اس منحوس کے وجود کی نحوست کی دلیل اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس کا منحوس تصور ہمارے ملک کے اندر بھی وسیع تر انتشار، بد اعتمادی اور انتہائی ذلت آمیز خلفشار کا باعث بن رہا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہمیں یہ دیکھ کر صدمہ ہوتا ہے کہ صدر بھٹو عموماً جو فیصلے کرتے ہیں عوام کو اعتماد میں لیے بغیر ”ماحضر ماحول“ کی ترنگ میں آکر، کر آتے ہیں۔ صدر مملکت کو اتنا ”دل چھینک“ نہیں ہونا چاہئے۔ سوچ بچار اور صبر و تحمل کے ساتھ پیش آمدہ صورتِ حال کا جائزہ لینا، ان کا بنیادی طرزِ عامل ہونا چاہئے۔ دنیا کے اور بھی صدر مملکت ہیں ہم دیکھتے ہیں، وہ تو اس قدر ”بے قابو“ نہیں رہتے۔

باقی رہی یہ بات کہ پورا مغربی پاکستان اور اس کی قومی اسمبلی بھی اس کی مجاز نہیں کہ تنہا وہ بگلہ دیش کے بارے میں کوئی فیصلہ دانے تو یہ بالکل بجا ہے کیونکہ اس سلسلہ میں مشرقی پاکستانی بھائیوں سے بھی مشورہ ضروری ہے وہ بھی اس معاملہ میں ہمارے ساتھ برابر کے شریک ہیں۔ انہوں نے عجیب کو اس غرض کے لئے قطعاً ووٹ نہیں دیئے تھے کہ وہ متحدہ پاکستان کو خیر باد کہہ دیں۔

(۳)

تخلیقِ پاکستان کے جو اسباب و علل اور محرکات تھے انہیں صرف وہی لوگ ملحوظ رکھ سکتے تھے اور وہی ان کا احترام بھی کر سکتے تھے جنہوں نے اپنی قیمتی مساعی اور قوتیں اس کے قیام میں صرف کیں مگر خدا کو کچھ منظور ہی ایسا تھا، وہ یکے بعد دیگرے اٹھتے چلے گئے، یہاں تک کہ میدانِ خالی رہ گیا۔ بعد میں پاکستان کے جو وارث بنے وہ نہ صرف نااہل تھے بلکہ بدنیت بھی تھے۔ اس لئے انہوں نے ملک کو انہی بنیادوں پر تعمیر کرنے کے بجائے اس پر اپنے نجی اغراض کے محلِ تعمیر کیے، اسے کاروبارِ سیاست کی منڈی بنایا اور سیاسی سٹہ بازی کے ذریعے نہایت ڈھٹائی کے ساتھ پاکستان کے مستقبل کو ہار آئے۔

آج کل پاکستان کے مختلف حصوں میں اس کے جو وارث بنے ہیں اور اس کی باگ ڈورِ سیاست جن کے اشارہ ابرو کے ساتھ وابستہ ہو کر رہ گئی ہے۔ عموماً وہ لوگ ہیں جو پاکستان کے نام سے بہت چڑتے تھے جہاں یہ صورتِ حال ہو وہاں اس پاکستان کا کیا بھلا ہو سکتا ہے۔

اس کے علاوہ ان میں وہ لوگ بھی آدھمکے ہیں جو قیامِ پاکستان کے سلسلہ میں خالی الذہن تھے مگر اپنی افتادِ طبع اور خاندانی اثرات کی وجہ سے اس کے بارے میں کچھ زیادہ سنجیدہ اور مخلص بھی نہ تھے۔ بس اس سے ان کو اتنا تعلق تھا کہ ان کو ان کا حصہ ملنا چاہئے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے فرضی اور جعلی حق اور حصہ کے لئے جدوجہد شروع کی اور کرتے آرہے ہیں اور غالباً کرتے ہی چلے جائیں گے۔ اس لئے ملک کے ایک گوشے میں کبھی یہ آواز اٹھتی ہے کہ پاکستان مزدوروں کے مفاد کے تحفظ کے لئے بنا تھا۔ لہذا مزدوروں کو اٹھ کھڑا ہونا چاہئے تو دوسرے گوشے سے یہ صدا بلند ہوتی ہے کہ پاکستان کے قیام سے غرض صرف صوبائی مفاد اور خود مختاری تھی، کوئی بولا، دراصل یہ ایک نئے تجربہ کی کوشش تھی جو ناکام ہو گئی کیونکہ زمانہ مذہب اور دین کے تصور سے کافی آگ نکل گیا ہے لہذا ملک میں اسلامی بنیادیں مہیا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں رہی۔ الغرض ان سب مکروہ نعروں سے اُن کی غرض ان کی آڑ میں سیاسی کھیل کھیلنا تھی۔ جیسا جس سے بن پڑا وہی داؤد استعمال کیا۔ بہر حال ابھی تک تو ملک کے یہ بدخواہ ہر جگہ کامیاب ہیں اور ملک پر جو قیامیں ٹوٹ رہی ہیں وہ محض انہی کی ”شامتِ اعمال“ کا نتیجہ ہیں۔ لیکن ان لوگوں کو سمجھنے میں شای عوام کو ابھی اور وقت لگے گا اور جب سمجھ آجائے گی اس وقت تیر کمان سے نکل چکا ہو گا۔ ابھی تو ان کی بے پرواہی کا وہ عالم ہے جس کا کسی شاعر نے یوں نقشہ کھینچا تھا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

بے نیازی حد سے گزری بندہ پرور کب تلک
ہم کہیں گے حالِ دل اور آپ فرمائیں گے کیا؟
بہر حال قوم اور اسلام کے بھی خواہ اپنے عوام کو جھنجھوڑتے ہوئے زبانِ حال سے یہ کہے جا رہے ہیں
ہم نے مانا کہ تغافل نہ کرو گے لیکن!
خاک ہو جائیں گے ہم، تم کو خبر ہونے تک

(۴)

بگلہ دیش ہم سے ٹوٹ کر بھی ہمارے لئے عذاب بنا ہوا ہے۔ بگلہ دیش ملتِ پاکستانیہ کے افتراق و انتشار کا نشان ہے، اب تو اس کے نام میں بھی یہ
تاثیر ہے کہ جہاں لیا جاتا ہے وہاں بھی افتراق و انتشار کے دیو دندنائے لگ جاتے ہیں۔ بالکل یہی کیفیت ہمارے ملک کی ہے۔ بگلہ دیش دفع ہوا ہے تو
دفع کرو، اسے مان کر کیا لینا ہے اگر پھر جڑ جانے کی توقع ہے تو پھر اسے مان کر ہمیشہ کے لئے کیوں اپنے سے جدا کرتے ہو؟ مناؤ بتدریج قریب ہونے
کے لئے وسائل ڈھونڈو، ایک دوسرے کے سلسلہ میں جو غلط فہمیاں پیدا ہو گئی ہیں، انہیں دور کرو، اگر ہو سکے تو ان رکاوٹوں کو ہٹانے کی کوشش کرو، جو
ہمارے افتراق کا سبب بنیں اور ہمارے تعلقات کو مزید کشیدہ کرنے کا موجب ہو رہی ہیں۔

ہمارے نزدیک بانیِ پاکستان جناب محمد علی جناح مرحوم کے ”پاکستان“ کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا سبب وہ کوتاہی ہے جو پاکستان کو ”موجود
پاکستان“ میں تبدیل کرنے میں اختیار کی گئی۔ بعد میں یہ وراثت نااہل چھو کروں کے ہاتھ میں آئی۔ جس کو انہوں نے اپنے اقتدار اور زور بازو کے لئے
تختہ مشق بنایا۔ ملک اور ملت کی کچھ شرم نہ رکھی۔ غیر اسلامی ذہن کے لوگ آگے بڑھے، ناخواندہ عوام نے انہی کو نجات دہندہ تصور کر لیا اور بالآخر یہ
اندھیرا ان کو لے ڈوبا۔

حالیہ المیہ کے ذمہ دار حضرات اگر ملتِ اسلامیہ کی قیادت سے رضا کارانہ طور پر الگ ہو جائیں تو یقین کیجئے یہ دونوں بازو پھر سے متحد ہو سکتے ہیں۔
مگر اتنا ایثار کون کرے؟ ”جُھس میں چنگاری ڈال بی جہا لو الگ کھڑی“ ایک مشہور کہات ہے جس نے اب بھیس بدل لیا ہے۔ اسے اب کون پہچانے؟
ہماری موجودہ قیادت جس سے ہمیں توقعات تھیں، وہ اب ہماری توقعات پر بھاری بقی جا رہی ہے۔ خاص کر یہ دیکھ کر کہ ان کو معلوم ہی نہیں کہ خواجگی
کیا شے ہے؟ بہت دکھ ہوتا ہے۔ غالباً اقبال مرحوم نے انہی کے متعلق یہ بات کہی تھی کہ
خدا نے ان کو عطا کی ہے خواجگی کہ جنہیں

خبر نہیں روش بندہ پروری کیا ہے؟

صدر محترم ہوں یا ان کے دوسرے دست و بازو، ان کے منہ سے خیر کا کلمہ مشکل سے ہی نکلتا ہے۔ اب وہ اس موڈ میں ہیں کہ قوم پر اپنی رائے
مسلط کریں اور اتنا ہراس پیدا کریں کہ ہزار بے چینوں کے باوجود لوگ دیکے پڑے رہیں اور چُوں کرنے کا حوصلہ بھی نہ کر سکیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

غور فرمائیں کہ حکومت کا منشا امن و امان رکھنا اور ملکی عافیتوں کا تحفظ ہوتا ہے۔ اس کے بجائے اگر وہ ”خون کی ندیاں“ بہانے پر آجائیں اور ان ہلاکت آرمینیوں کی ہولناکی کا تعارف بایں الفاظ کرنا ضروری سمجھیں کہ ”اس پر ہالیہ بھی خون کے آنسو روئے گا“ تو اس وقت کوئی مستغیث کہاں جا کر امن و عافیت اور دادرسی کی بھیک مانگے؟

امریکہ، روس، چین اور فرانس وغیرہ ممالک بھی ہمارے سامنے ہیں۔ کیا ان کے حکمران بھی اسی قسم کی زبان استعمال کیا کرتے ہیں جس کو نمونے صدر محترم اور گورنر کھر پیش کر رہے ہیں؟ اگر ہمارے اکابر شایانِ شان وِضعداری اور مقام و مرتبہ کے مطابق رکھ رکھاؤ سے کام لیتے تو زیادہ بہتر تھا۔ بہت بولنے، زیادہ انٹرویو دینے اور تقریروں کی بھرمار کرنے سے یہ لوگ زیادہ فاش ہو رہے ہیں مگر اس کا ان کو احساس نہیں ہے صبح و شام بولتے رہنے کا یہ نتیجہ نکلا ہے کہ اب دنیا ان کو ”بلبل ہزار داستان“ سمجھنے لگی ہے کہ ان کی پچھلی لے بعد کی لے کے مخالف ہی ہوتی ہے۔ ان کا اگلا بیان عموماً پچھلی غلطی کو دھونے میں صرف ہو جاتا ہے جو صاف ہونے کے بجائے اور چھیتا بن جاتا ہے۔

موجودہ اربابِ اقتدار کی برکات کا تو ابھی کچھ پتہ نہیں چل سکا، ہاں حالات کے تیور بتاتے ہیں کہ انہوں نے اپنے غلط مصالح کے لئے پوری قوم کو غلط راہ پر ڈال دیا ہے۔ اس لئے کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ کل تک اس کے کیا نتائج برآمد ہوں گے۔ ہمارے نزدیک یہ سیاست نہیں، سیاست بازی ہے جس کا کھیل کھیلا جا رہا ہے۔ اگر وقت ہی پاس کرنا ہے تو کوئی اور دھند اکریں۔ قوم کے مزاج کو نہ بگاڑیں۔ یہ ملک دوستی نہیں ہے۔

(۵)

پولیس ملکی نظم و نسق اور پُر امن ماحول رکھنے کی ذمہ دار ہوتی ہے۔ لیکن اب پولیس اور عوام کے درمیان یوں ٹھن گئی ہے کہ: شاید پولیس محافظِ عوام نہیں، فریقِ مخالف ہے۔ پہلے بھی اس کو کچھ ”اچھی شہرت“ حاصل نہیں تھی، حالیہ ہنگاموں کی وجہ سے تو اور بھی عوام کی نظروں سے گر گئی ہے۔ ملک کے مستقبل کے لئے یہ کچھ اچھی فال نہیں ہے۔

حالیہ ہنگاموں کے سلسلہ میں گورنر کھر کی جو شوخیاں کار فرما رہی ہیں۔ کچھ زیادہ شایانِ شان نہیں تھیں، قوم سوچ رہی تھی کہ صدر بھٹوان کی وجہ سے بڑے ابتلا میں پڑ جائیں گے، لیکن یہ دیکھ کر عوام کی حیرت کی حد نہیں رہی کہ صدر بھٹونے چوم کر ان کو آنکھوں پر رکھ لیا ہے۔ بہر حال یاری تو قابلِ داد ہے مگر یہ سوجھ بوجھ کی بات نہیں محسوس ہوتی۔

صدر محترم آج کل ”جمہوریت اور عوام“ کے نام کا وظیفہ پڑھ رہے ہیں تاکہ مشکل حل ہو جائے مگر تاڑنے والے کہہ رہے ہیں کہ ان کا نام اس لئے لیتے ہیں کہ ان کے ہاں عملایہ دونوں نہیں ہیں ورنہ یقین دلانے کی کیا ضرورت تھی؟ اس کے علاوہ فتنہ کا آغاز کر کے قوم کو مشتعل کیا جاتا ہے۔ جب لوگ سڑکوں پر نکل آتے ہیں تو پھر انہیں کو سا جاتا ہے۔ چہ خوب!

اربابِ اقتدار اپنے کارنامے عوام کو گونا گونا چاہتے ہیں مگر لوگ اپنے آس پاس جو کچھ دیکھتے ہیں وہ سبھی کچھ اس کے برعکس ہے۔ کارنامے ہوں اور لوگوں کو تھلانا پڑیں تو اس کے معنی یہی ہوئے کہ کچھ نہیں ہوا، ورنہ عوام کو خود ہی معلوم ہوتا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

(۶)

صدر نے قوم سے کہا کہ:

”اگر آپ سیاست میں اموات کا امتزاج چاہتے ہیں تو ہم اس کے لئے تیار ہیں۔“ (نوائے وقت)

صدر ہو کر دھمکیوں کے ذریعے اپنی قوت اور قاہری کا لوہا منوانے کی راہ اختیار کرنا ایک معمرہ ہی ہے۔

خواجہ رفیق کے قتل کو سیاستدان کا قتل کہا اور پھر یہ تاثر دیا کہ ایشیائی ممالک میں یہ عام بات ہے، گویا کہ صدر یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ”یہ کوئی اتنی بڑی غلطی نہیں۔“ انا اللہ۔

(۷)

ڈاکٹر نذیر احمد شہید کے بعد خواجہ رفیق بھی جبر و استبداد کی نذر ہو گئے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ انفرادی واقعات کسی بڑے منصوبے کا پیش خیمہ ہیں جن سے عوامی ردِ عمل کا اندازہ کیا جا رہا ہے۔

تجربہ تو اس بات پر ہے کہ ”عوامی حکومت“ میں ہمیں یہ سب کچھ دیکھنا پڑ رہا ہے۔ غرض جو حشر روٹی کپڑے کے نعرہ کا ہوا، اس سے بڑھ کر نعرہ جمہوریت کا ہوا۔ اونٹ رے اونٹ تیری کون سی کل سیدھی؟ جس پہلو سے بھی جائزہ لیا جائے مایوسی ہی ہوگی۔

سٹالن، ہٹلر اور مسولینی، جس قدر فسطائی ذہنیت کے مالک تھے اور جو انجام ان کا ہوا، دنیا جانتی ہے ہمارے اصحاب اقتدار کو ان سے سبق حاصل کرنا چاہئے۔ کاش! یہ لوگ قوم کے ساتھ کچھ نیکی کریں اور اس کو غلط راہ پر ڈالنے سے پرہیز کریں۔

مدینہ منورہ

عبدالرحمن عاجز (مالیر کوٹلوی)

قرآن مبین صورتِ سرکارِ مدینہ	ہر شے سے حسین صورتِ سردارِ مدینہ
ہیں درجِ ثمنیں کوچہ و بازارِ مدینہ	فردوسِ زمیں خطہ نگزارِ مدینہ
گوہر ہیں کہ بام و در و دیوارِ مدینہ	اللہ رے یہ حسن، یہ شان یہ سجّ دھج
وہ وادیاں، وہ کھیت، وہ آبارِ مدینہ	سامان ہیں دلبستگیِ قلب و نظر کا
وہ دشت، وہ باغات، وہ کہسارِ مدینہ	اللہ کے نشاناتِ فرشتوں کے مقامات
یہ گلشنِ جنت ہے؟ کہ گلزارِ مدینہ	ہر صبح معنبر ہے تو ہر شام معطر!
ہے شمعِ سرطورِ شبِ تارِ مدینہ	صد لالہ در آغوش ہے خارِ رہِ بطحا
سر سبز کھجوروں کے وہ اشجارِ مدینہ	ہر اہلِ نظر کے لئے آنکھوں کی طراوت
اللہ رے یہ بارشِ انوارِ مدینہ	پھر ڈپٹنے لگی دل سے گناہوں کی سیاہی
چہرے کہ گل و لالہ نگزارِ مدینہ	اربابِ مدینہ کے وہ ہنستے ہوئے چہرے
لگتے ہیں ہمیں تو دُرِ شہوارِ مدینہ	سنگریزے جو یہ مسجدِ نبوی میں پڑے ہیں
یہ بات عقیدت کی ہے عاجز سے نہ پوچھیں	
کیفیتِ شیرینیِ انثارِ مدینہ	

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

قربانی کی مشروعیت اور منکرین سنت کا موقف

چوہدری غلام احمد پرویز کے دلائل پر تنقید و تبصرہ

حافظ محمد ابراہیم کیرپوری

اس اہم آرٹیکل کی اشاعت کے ساتھ قارئین کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ فاضل مقالہ نگار، ان دنوں علالت طبع کے باعث سول ہسپتال سرگودھا میں زیر علاج ہیں۔ گزشتہ دنوں موصوف پر کئی ایک بیماریوں، ذیابیطس، پھیپھڑے میں کسی فاسد مادہ کا اجتماع اور انفلوئنزا وغیرہ کا ایک لخت شدید حملہ ہوا جس سے طبیعت تشویشناک حد تک بگڑ گئی تھی۔ اب اگرچہ کئی ایک تکالیف سے افادہ ہے لیکن فاسد مادہ کی نہ تو ابھی تک تشخیص ہو سکی ہے اور نہ ہی اس کی پیدائش رک رہی ہے جس سے صحت بحال نہیں ہو رہی۔ احباب حافظ صاحب کے لئے خصوصی دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ موصوف کو صحت کاملہ عاجلہ سے نوازے۔ آمین۔

(ادارہ)

مشروعیت کی سب سے بڑی دلیل:

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ قربانی کے جانور کی عمر، ایام قربانی کی تحدید، وجوب قربانی کے لئے ضروری نصاب اور اس قسم کی بعض دوسری جزئیات میں فقہاء کے ہاں اختلاف موجود ہے لیکن نفس قربانی کی مشروعیت اور اس امر پر کہ قربانی کسی خاص مقام سے مخصوص نہیں۔ تمام دنیائے اسلام کا اتفاق اور پوری امت کا اجماع ہے۔ قرآن مجید میں اختصار اور احادیث نبویہ میں پوری وضاحت سے اس کا تذکرہ اور تفصیلات موجود ہیں اور ملت اسلامیہ کا متواتر عمل اس کی مشروعیت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ عہد نبوت سے آج تک ہر نسل کے بعد دوسری نسل پورے یقین و اذعان کے ساتھ اس پر عمل پیرا رہی ہے۔ ہر عہد کے لاکھوں کروڑوں مسلمانوں نے اپنے اسلاف سے یہ طریقہ اخذ کیا اور آنے والی پشت کے کروڑوں افراد تک پہنچایا۔ اگر تاریخ اسلام کے کسی دور میں اسے از خود ایجاد کر کے دین میں شامل کیا گیا ہوتا تو ناممکن بلکہ محال اور قطعی محال تھا کہ امت اس بالاتفاق قبول کر لیتی۔ عقل اس امر کو قبول کرنے سے قطعاً انکاری ہے کہ ایک ”بدعت“ کو جزو دین بنا کر اس کی مشروعیت پر سینکڑوں احادیث وضع کر لی جائیں اور پوری امت آنکھیں بند کیے بیٹھی رہے۔

اس کے برعکس ہماری تاریخ میں ایسی سینکڑوں مثالیں موجود ہیں کہ دین میں ادنیٰ سے ادنیٰ اضافہ گوارا نہ کیا گیا بلکہ اس کے خلاف نہایت شدت سے صدائے احتجاج بلند ہوئی حتیٰ کہ قید و بند کی سختی اور دار و رسن کی آزمائش بھی اس میں سد راہ نہ ہو سکی۔ ان حالات میں اگر اس تواتر عملی کو نظر انداز کر دیا جائے تو پھر بتایا جائے کہ آخر تاریخ کا معیار کیا ہے؟ اور وہ کونسا اسلوب تحقیق ہے جسے اختیار کیا جائے اور اس کی روشنی میں تاریخ کی جانچ پڑتال کی جائے؟

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

علم اسماء الرجال کی وسعت:

ہم یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ خلافتِ راشدہ کے بعد دورِ امویہ اور عہدِ عباسیہ میں متعدد احادیث وضع کی گئیں اور بعد کے زمانے میں کئی ایک بدعات کو داخلِ اسلام کرنے کی ناروا جسارت کی گئی۔ لیکن ہم انتہائی خوش قسمت ہیں کہ محدثین کرامؒ نے اپنی کڑی اور بے لاگ تنقید سے ان تمام مساعی کو ناکام بنادیا اور سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عمل وارشادات کو کذب و بناوٹ اور ترمیم و اضافہ سے محفوظ رکھنے کے لئے رجال و اسانید کے دفاتر مرتب کر ڈالے اور جرح و تعدیل کے وہ متوازن اور فطری قواعد ترتیب دیئے کہ دودھ اور پانی الگ کر دکھایا۔ انتہایہ کہ اس اہم مقصد کے لئے لاکھوں ناقلین کی امانت و دیانت، تقویٰ و طہارت، ثقاہت و نقاہت کے علاوہ ان کے مرگ و حیات اور تعلیم و تعلم کی تفصیلات اور تلامذہ و اساتذہ کے تمام سلاسل کو مدون اور منضبط کر ڈالا اور یہ سب کچھ محض اس لئے ہوا کہ قرآن اور صاحبِ قرآن ﷺ کی طرف کوئی غلط بات منسوب نہ ہو سکے اور دین اپنی اصل صورت میں محفوظ رہے۔

علمائے سلف کی مساعی:

علمائے سلف کی انہی مساعیِ جبیلہ کا ثمرہ ہے کہ آج بھی قرآن کی تلاوت اور حدیث کا مطالعہ کرتے ہوئے نہ تو بُعدِ زمانی محسوس ہوتا ہے اور نہ ہی اس چشمہٴ صافی میں کسی تکرار کا احساس ہوتا ہے بلکہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ قرآن مجید اپنی تمام رعنائی اور عین موقع کی مناسبت سے ہمارے سامنے نازل ہو رہا ہے اور احادیثِ نبویہ ہم خود رسولِ پاک ﷺ کی زبانِ مبارک سے سن رہے ہیں اور ہمارے اسلاف کی یہی علمی اور تحقیقی مساعی ہیں کہ آج محققینِ یورپ ہمیں رشک بھری نگاہوں سے دیکھتے ہیں اور ہمارے محدثین کرامؒ کی مثالی کاوشوں کو خراجِ تحسین پیش کر رہے ہیں۔

نادانی کی انتہاء:

لیکن افسوس کہ آج نام نہاد مسلمانوں کا ایک گروہ اس سرمایہٴ ناز و افتخار کو ظنون و ادھام کا پلندہ خیال کرتا ہے اور حدیث و سنت کے تمام ذخائر کو عجمی سازش قرار دیتے ہوئے اسے اسلام کے حسین چہرہ پر بد نما داغ سے تعبیر کرتا ہے۔ ہمارے خیال میں یہ اندازِ فکر اسلامی ثقافت اور اپنے فکری، علمی اور تاریخی سرمایہ کو اپنے ہاتھوں تباہ کرنے کے مترادف ہے۔

اس عقل و ذہن اور اس قماش کے لوگ اپنی نادانی اور جہالت کے باعث اس امر پر ادھار رکھائے بیٹھے ہیں کہ اسلامی لٹریچر کے تمام ذخائر کو غیر یقینی ثابت کریں اور وہ اعمال جو عبادت کی حیثیت میں ڈیڑھ ہزار سال سے معمول آ رہے ہیں انہیں غیر اسلامی بلکہ دورِ جاہلیت کی یادگار قرار دیں۔ انہیں اس قسم کے خیالات کے اظہار میں ذرہ بھر جھجک محسوس نہیں ہوتی کہ ان کی اس رائے کو تسلیم کر لینے کے لازمی نتائج کیا ہوں گے اور اس کو مان لینے کے بعد صحابہ کرام، تابعین عظام، محدثین، فقہاء اور دیگر اسلاف کی نسبت ہمیں کیا اعتقاد رکھنا ہو گا؟

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اسلامی نظام پر بے اعتمادی:

ہمارے ملک میں اس گروہ کے سرغنہ مسٹر غلام احمد پرویز ہیں۔ انہوں نے ”ادارہ طلوع اسلام“ کے نام سے ہم خیال حضرات کو اپنے گرد جمع کر رکھا ہے اور انہی مسائل پر مشتمل لٹریچر شائع کرنے میں مصروف ہیں۔ آگے بڑھنے سے پیشتر ہم آپ کو مسٹر پرویز کے خیالات کی ایک جھلک دکھانا ضروری خیال کرتے ہیں۔

پرویز صاحب اپنے ایک مضمون میں قربانی کو غیر اسلامی رسم ثابت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

”یہاں قدرتی طور پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب اس قربانی کے لئے کوئی حکم اور کوئی سند موجود نہیں تو ہزار برس سے یہ کس طرح متواتر چلی آرہی ہے اور اس کے خلاف کسی نے آواز کیوں نہ اٹھائی؟ یہ سوال بہت اہم ہے اور اس کا جواب اس وقت ملے گا جب کوئی مردِ حق گو اسلام کی تاریخ لکھے گا۔ اس لئے کہ یہ سوال ایک قربانی تک ہی محدود نہیں یہ تو پورے کے پورے اسلامی نظام کو محیط ہے۔ وہ دین جو محمد رسول اللہ ﷺ نے دنیا تک پہنچایا تھا اس کا کونسا گوشہ اور کونسا شعبہ ایسا ہے جس میں تحریف نہیں ہو چکی۔“

چند اقتباسات:

اس سے قبل کہ ہم قربانی کی شرعی حیثیت واضح کریں اور ان حضرات کے موقف کو زیر بحث لائیں، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پرویز صاحب کے خیالات کو ان کے اصل الفاظ میں پیش کر دیں:

1. ”حضرت خلیل اکبر اور حضرت اسماعیل کے تذکارِ جلیلہ کے ضمن میں قرآن نے یہ کہیں نہیں کہا کہ اس واقعہ عظیمہ کی یاد میں جانوروں کو ذبح کیا کرو۔ حتیٰ کہ حضرت اسماعیل کی جگہ مینڈھا ذبح کرنے کا واقعہ بھی قرآن میں نہیں تورات میں ہے۔“ (قرآنی فیصلے ص 54)
2. ”ساری دنیا میں اپنے طور پر قربانیاں ایک رسم ہیں اسی طرح حاجیوں کی وہ قربانیاں جو وہ آج کل کرتے ہیں۔ محض ایک رسم کی تکمیل رہ گئی ہے۔“ (ایضاً ص 56)
3. ”قرآن کریم میں جانور ذبح کرنے کا ذکر (نہیں صاحب حکم؟) حج کے ضمن میں آیا ہے۔ عرفات کے میدان میں جب یہ تمام نمائندگانِ ملت ایک لائحہ عمل طے کر لیں گے تو اس کے بعد منیٰ کے مقام پر دو تین دن تک ان کا اجتماع رہے گا۔ جہاں یہ باہمی بحث و تحقیق سے اس پروگرام کی تفصیلات طے کریں گے۔ ان مذاکرات کے ساتھ باہمی ضیافتیں بھی ہوں گی، آج صبح پاکستان والوں کے ہاں! شام کو اہل افغانستان کے ہاں! اگلی صبح اہل شام کی طرف سے (وقس علیٰ ذلک) ان دعوتوں میں مقامی لوگ بھی شامل کر لیے جائیں گے، امیر بھی اور غریب بھی! اس مقصد کے لئے جو جانور ذبح کیے جائیں گے، قربانی کے جانور کہلائیں گے۔ چونکہ اس اجتماع کا مقصد نہایت بلند اور خالصہ

ملاحظہ ہو قرآنی فیصلے مجموعہ مضامین پرویز ص 55-56

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

قربانی کی مشروعیت اور منکرین سنت کا موقف

لوحہ اللہ ہے اس لئے پروگرام کی ہر کڑی خدا کے قریب تر لانے کا ذریعہ ہے۔ یہ ہے قربانی کی اصل! اس لئے قرآن نے صراحت فرمائی ہے کہ قربانی کے جانوروں کی منزل مقصود بیت اللہ ہے، **ثُمَّ حَمَلُهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ** (ص 55)

4. ”تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ خود رسول اللہ نے بھی مدینہ میں قربانی نہیں دی۔ حج 9ء میں فرض ہوا۔ حضور اس سال خود تشریف نہیں لے گئے لیکن اپنی طرف سے کچھ جانور امیر کارواں حضرت ابو بکر صدیق کے ساتھ کر دیئے کہ وہاں مصرف میں لائے جائیں۔ اگلے سال خود حضور حج کے لئے تشریف لے گئے اور وہیں جانور ذبح کئے لہذا ہر جگہ قربانی دینا نہ حکم خداوندی ہے نہ سنت ابراہیمی اور سنت محمدی ﷺ“ (ص 65)

5. ”حضرت ابراہیم کے متعلق قرآن میں ہے کہ آپ نے خواب میں دیکھا کہ آپ اپنے بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں۔ آپ نے سمجھا کہ یہ اشارہ غیبی ہے اس لئے اس کی تعمیل ضروری ہے۔ بیٹے سے ذکر کیا تو اس نے بھی کہا کہ اگر یہ حکم ہے تو اس کی تعمیل میں قطعاً تامل نہ کیجئے۔ میں ذبح ہونے کو تیار ہوں۔ آپ نے بیٹے کو لٹا دیا۔ اس کے گلے پر چھری رکھ دی تو اللہ نے پکارا کہ اے ابراہیم! تم نے خواب کو حکم خداوندی پر محمول کر کے اس کی پوری تعمیل کر دی۔ اس لئے ظاہر ہے، اگر تمہیں بڑی سے بڑی قربانی دینے کے لئے بھی حکم دیا گیا تو تم اسے بلا تامل پورا کرو گے۔ یقیناً باپ اور بیٹا دونوں اطاعت و تسلیم کے بلند ترین مقام پر فائز ہو۔ اس بیٹے کو اللہ تعالیٰ نے کعبہ کی تولیت کے لئے منتخب کر لیا۔ قرآن میں بس اتنا ہی واقعہ ہے۔ تورات میں البتہ یہ بھی ہے کہ جبریل نے جنت سے ایک مینڈھالا کر بیٹے کی جگہ لٹا دیا اور چھری بیٹے کی جگہ مینڈھے پر چل گئی۔ لیکن یہ تو اسرائیلی انسانوں میں سے ایک فسانہ ہے۔ قرآن اس کی تائید نہیں کرتا۔“ (ص 64، 65)

6. مذہبی رسومات کی ان دیمک خوردہ لکڑیوں کو قائم رکھنے کے لئے طرح طرح کے سہارے دیئے جاتے ہیں۔ کہیں قربانی کو سنت ابراہیمی قرار دیا جاتا ہے کہیں اسے تقرب الہی کا ذریعہ بتایا جاتا ہے کہیں دوزخ سے محفوظ گزر جانے کی سواری بنا کر دکھایا جاتا ہے۔“ (ص 64)

معذرت:

ہم قارئین سے معذرت خواہ ہیں کہ تقاضائے اختصار کے باوجود ہم نے پرویز صاحب کے اقتباسات نقل کرنے میں تفصیل سے کام لیا۔ ہمارے خیال میں یہ تفصیل ناگزیر تھی۔ اس کے بغیر بات کو آگے چلانا مناسب نہیں تھا ویسے بھی تنقید و تبصرہ کے لئے ضروری ہے کہ فریق ثانی کے خیالات کے اظہار میں بخل و اختصار سے کام نہ لیا جائے بلکہ حریف کے نظریات کو بسط اور وضاحت کے ساتھ مخاطب کے سامنے رکھ دیا جائے تاکہ اسے رد و بدل اور ترمیم و تحریف کا گلہ نہ رہے۔

تنقیدی گزارشات:

اب ذرا پرویز صاحب کے ارشادات پر تنقیدی نگاہ ڈالیں اور انصاف کیجئے کہ بات کہاں سے کہاں پہنچ رہی ہے؟ انہوں نے فقرہ نمبر 1 میں حضرت ابراہیم کی طرف سے حضرت اسماعیل کی قربانی پر آمادگی کو ”واقعہ عظیمہ“ سے تعبیر فرمایا ہے۔ حالانکہ ان کی رائے میں خداوند قدوس نے بیٹے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

قربانی کی مشروعیت اور منکرین سنت کا موقف

کو ذبح کرنے کا کوئی حکم دیا ہی نہ تھا۔ خواب میں جو کچھ کہا گیا تھا جناب ابراہیم اس کا مطلب سمجھنے سے قاصر رہے اور مجاز کو حقیقت سمجھ بیٹھے۔ چنانچہ پرویز صاحب اپنی ایک دوسری کتاب ”جوئے نور“ میں لکھتے ہیں:

”آپ (حضرت ابراہیم) خواب کے ایک اشارے سے یہ سمجھ کہ حکم ملا ہے کہ بیٹے کو اللہ کی راہ میں قربان کر دیا جائے۔ ہر چند یہ حکم نہ تھا۔ محض خواب میں ایسا دیکھا تھا لیکن انہوں نے اس کو کچھ ”اوپر کا اشارہ“ سمجھ لیا اور ایسی تھرا انگیز اور ہوش ربا قربانی کے لئے تیار ہو گئے۔ بیٹے سے پوچھا، کہو تمہارا کیا خیال ہے؟ اب بیٹے کا جواب بھی سن لیجئے۔ عرض کیا **يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ** ابا جان! جس بات کا اشارہ آپ کو ملا ہے اسے بلا تامل کر گزریے۔ ان شاء اللہ آپ مجھے ثابت قدم پائیں گے۔“ (ص 150، 155)

”حضرت ابراہیم کو اس قربانی کا حکم نہ دیا گیا تھا انہوں نے خواب میں دیکھا کہ وہ بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں۔ اپنی محبت اور شیفٹگی کے جوش میں خواب کو حقیقت سمجھ بیٹھے اور بیٹے کی قربانی کے لئے آمادہ ہو گئے لیکن جس وقت انہوں نے چھری ہاتھ میں لے لی تو اس وقت آپ کو بتایا گیا کہ خواب کے مجاز کی حقیقت کیا تھی۔“ (ص 155، 156)

غور فرمائیے!

غور فرمائیے کہ جب ذبح کا حکم ہی نہ ہوا تھا بلکہ خلیل اللہ نے منشاء الہی سمجھنے میں غلطی کی تھی تو اس پر تحسین و مرحبا کیا مطلب؟ یہاں تو یہ چاہئے تھا کہ فوری طور پر حضرت ابراہیم کی اجتہادی غلطی پر توجہ دلائی جاتی اور انہیں اپنے الہام کے اصل منشاء پر اطلاع دی جاتی۔ مزید غور فرمائیے کہ حضرت اسماعیل تو **يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ** کے الفاظ میں والد محترم کے خواب میں دیکھے نظارے کو امر الہی سے تعبیر فرما رہے ہیں لیکن پرویز صاحب قرآنی الفاظ کے برعکس کس دیدہ دلیری سے کہہ رہے ہیں کہ:

”حضرت ابراہیم کو اس قربانی کا حکم نہ دیا گیا تھا۔“

قرآن دانی کا ماتم:

پھر ان کا کمال اور ہاتھ کی صفائی ملاحظہ فرمائیے کہ اسماعیلی الفاظ **”افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ“** کا ترجمہ ان الفاظ میں کرتے ہیں کہ:

”ابا جان! جس بات کا اشارہ آپ کو ملا ہے اسے بلا تامل کر گزریے۔“

ہم پرویز صاحب اور ان کے عقیدت مندوں سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ ”تؤمر“ کا معنی ”اشارہ ملا“ کس لغت میں لکھا ہے؟ اگر آپ کو اپنے ترجمہ پر اصرار ہے تو لغت عرب سے ثبوت دیجئے اور اگر اس لفظ (**تؤمر**) کا مادہ امر ہے تو ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم آپ کی قرآن دانی کا ماتم کریں، آپ کو مفسر قرآن کی بجائے محرف قرآن تصور کریں اور آپ کے طبع زاد ”معارف القرآن“ کو پر کاہ کے برابر بھی وقعت نہ دیں۔

ہاں یہ بھی فرمائیے کہ آپ کے پاس اپنے اس دعویٰ پر کیا دلیل ہے کہ اس خواب کے مجاز کی حقیقت کچھ اور تھی۔ پھر آپ نے فقرہ نمبر 5 میں ان الفاظ کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ:

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

”اگر یہ حکم ہے تو اس کی تعمیل میں قطعاً تامل نہ کیجئے۔“

براہِ نوازش فرمائیے کہ ”اگر یہ حکم ہے“ قرآن مجید کے کن الفاظ کا ترجمہ ہے۔ ہاں یہ بھی بتا دیجئے کہ آپ کو لغت عرب سے آزاد ترجمہ کرنے کا حق کس نے دیا ہے؟ اور آپ کس برتے پر مفسرین قرآن اور محدثین عظام کے منہ آرہے ہیں۔

پھر آپ نے انہی آیات کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

”اس بیٹے کو اللہ تعالیٰ نے کعبہ کی تولیت کے لئے منتخب کر لیا۔“ (فقہہ نمبر 5)

محترم! یہ فقرہ کن الفاظ کا ترجمہ اور کونسی آیت کا مفہوم ہے؟ قرآن کریم کے بیان کے مطابق تو اس وقت کعبہ کا نام و نشان بھی نہ تھا اور حضرت ابراہیم کو بنائے کعبہ کا حکم ہی اس واقعہ کے کافی عرصہ بعد ہوا۔

چلتے چلتے یہ بھی فرما دیجئے کہ آپ کا یہ فقرہ کہ:

”اللہ نے پکارا اے ابراہیم! تم نے خواب کو حکم خداوندی پر محمول کر کے اس کی پوری تعمیل کر دی۔“ کن الفاظ کا ترجمہ ہے؟

ذبحِ عظیم سے مراد؟

پھر آپ نے لکھا ہے کہ:

”حضرت اسماعیل کی جگہ مینڈھا کرنے کا واقعہ بھی قرآن میں نہیں توراۃ میں ہے۔“

براہِ مہربانی اتنا تو بتا دیجئے کہ **وَقَدْ يَنْبَغُ ذَنْجٌ عَظِيمٌ** کا مطلب کیا ہے؟ لیکن اس کا ترجمہ اور مفہوم بیان کرتے ہوئے ذرا قواعدِ عرب کا احترام رہے۔

پھر آپ نے یہ بھی کہا ہے کہ:

”قرآن نے یہ کہیں نہیں کہا کہ اس واقعہ عظیمہ کی یاد میں جانور ذبح کیا کرو۔“

پرویز صاحب! ہم آپ کی خدمت میں خود آپ کی کتاب ”جوئے نور“ سے ان آیات کا ترجمہ پیش کرنا کافی سمجھتے ہیں:

”اور دیکھو ہم نے ایک بہت بڑی قرآنی کے عوض اسماعیل کو ذبح ہونے سے بچا لیا اور ہم نے بعد کو آنے والی نسلوں کے لئے اس واقعہ کی یاد کو باقی رکھا۔“ (ص 156)

جناب من! یہی وہ مکتہ ہے جو آنحضرت ﷺ نے قربانی کی حقیقت دریافت کرنے پر بیان فرمایا۔ پوچھنے والوں نے پوچھا **ما هذا الا ضاحی**

یا رسول اللہ؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

سنة ابيكم ابراهيم۔ یہ تمہارے جدِ اعلیٰ حضرات ابراہیم کی سنت و یادگار ہے۔

ہم حیران ہیں کہ جو شخص قرآن مجید کے ایک ہی مقام کے ترجمہ میں اس قدر غلطیاں اور اس کی تشریح میں اس قدر ہیرا پھیری کرتا ہے اس کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

”عقیدت مند“ آخر کس بنا پر اسے دورِ حاضر کا عظیم انسان اور قرآنی علوم و معارف کا بہترین ترجمان کہتے ہیں؟

ائمہ تفسیر قرآن مجید کا مفہوم متعین کرنے میں قرآنی تصریحات، فرامینِ نبوی ﷺ، آثارِ صحابہؓ اور لغاتِ عرب سے استمداد کرتے ہیں۔ لیکن پرویز صاحب مفسرین سلف سے ناراض ہیں کہ انہوں نے کتابِ الہی کو چیتان بنادیا ہے لیکن خدا جانے ان کو یہ حق کس نے دیا ہے کہ وہ جملہ قرآنی علوم اور قواعدِ عرب سے بے نیاز ”معارف“ کے نام پر جو چاہیں کہتے چلے جائیں اور ان کو توجہ دلانے والا گردن زدنی قرار پائے۔

بین الاقوامی ضیافت:

پرویز صاحب نے فقرہ نمبر ۳ میں حجاج کی قربانی کا مقصد بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ:

”قربانی کا اصل مقصد یہ ہے کہ میدانِ عرفات میں طے شدہ لائحہ عمل کی تفصیلات مرتب کرنے کے لئے جب حجاج کا بین الاقوامی اجتماع دو تین دن تک منی میں رہے گا تو ان مذاکرات کے ساتھ باہمی ضیافتیں بھی ہوں گی۔ آج صبح پاکستان والوں کے ہاں، شام کو اہل افغانستان کے ہاں، اگلی صبح اہل شام کی طرف۔“ وغیرہ وغیرہ۔

قرآن مجید نے تو قیامِ عرفات وغیرہ کا مقصد ذکرِ الہی، استغفار، دعا و مناجات اور شعائرِ اللہ کی تعظیم بیان فرمایا ہے لیکن مسٹر پرویز صاحب نے میدانِ عرفات میں اجتماع کے اصل پروگرام کی نشاندہی ان الفاظ میں فرماتے ہیں کہ ”وہاں یہ تمام نمائندگانِ ملت ایک لائحہ عمل مرتب کریں گے پھر اس کی تفصیلات طے کرنے کے لئے ان تمام نمائندگان کو دو تین دن کے لئے عرفات سے منی میں لاتے ہیں۔ خدا جانے یہ تفصیلات عرفات میں طے کیوں نہیں ہوتیں؟ پھر یہ صاحب حجاج کو نمائندگانِ ملت قرار دیتے ہیں لیکن یہ نہیں بتاتے کہ یہ حضرات ملت کے نمائندہ کس حیثیت سے ہوتے ہیں اور انہیں سندِ نمائندگی کون دیتا ہے؟ ہم کم علم تو اتنا ہی جانتے ہیں کہ قرآنی الفاظ میں حج مالی اور بدنی لحاظ سے ہر صاحب استطاعت پر فرض ہے۔ کیا ملت کی نمائندگی کے لئے یہی اوصاف کافی ہیں؟ ہم اس نظامِ ربوبیت اور اسلامی معاشرہ کے قیام کے داعی سے یہ بھی پوچھنا چاہتے ہیں کہ ملت کے لئے لائحہ عمل اور اس کی تفصیلات طے کرنا قرآنی الفاظ میں اولی الامر اور صاحبانِ استنباط حضرات کا کام ہے یا عرفات اور منی جیسے میدانوں میں لاکھوں افراد کا؟ اسی طرح ہماری دانست میں قربانی کے گوشت کا مصرف خود قرآن مجید نے ”فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ“ کے الفاظ میں بتا دیا ہے۔ ہم مسٹر پرویز سے مطالبہ کرتے ہیں کہ بین الاقوامی ضیافت والی آیت کی نشان دہی فرمائیں۔

ان ضمنی گزارشات کے بعد ہم بین الاقوامی ضیافت کے پرویزی تور پر تنقید کرتے ہیں۔ پرویز صاحب نے اپنے ایک مضمون میں اس اعتراض (کہ جب قربانی کے لئے کوئی حکم اور کوئی سند موجود نہیں تو ہزار برس سے یہ کس طرح متواتر چلی آرہی ہے اور اس کے خلاف کسی نے آواز کیوں نہ اٹھائی) کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

دورِ حریت کے بعد ملوکیت:

”اسلام دنیا سے ملوکیت اور پیشوائیت (ملائیت) مٹانے کے لئے آیا تھا وہ ابنِ آدم کو ذہنی اور روحانی دونوں حیثیتوں سے صرف خدا کا مملوک بنانا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

چاہتا تھا جو درحقیقت اس کی اپنی فطرتِ صالحہ کی محکومی کا دوسرا نام ہے لیکن جب اس دورِ حریت کے بعد ملکیت نے سر نکالا تو اس کے ساتھ ہی پیشوائیت کی وہ روح بھی ابھری جسے قرآن نے مسل کر رکھ دیا تھا۔ اسلام اس طرح جگہ گاہ کر دینا کے سامنے آیا تھا کہ اسے یک لخت نگاہوں سے اوجھل کر دینا ممکن نہ تھا۔ ملکیت کی اہلیسا نہ سیہ کاریوں نے اس کے لئے تلبیس کا دام ہم رنگ زمیں وضع کیا۔ اسلام کے خارجی مظاہر کو بالکل اسی طرح رہنے دیا۔ لیکن ان میں سے روح پوری طرح کھینچی۔ اسی غرض کے لئے اسی پیشوائیت سے سمجھوتہ کرنا پڑا۔“ (مجموعہ مضامین ص 66، 67)

پرویزی تشخیص:

اس کے بعد پرویز صاحب فرماتے ہیں کہ:

”پیشوائیت نے ملکیت کے استحکام کے لئے دین و دنیا کی تفریق کا مسئلہ ایجاد کیا۔ پھر یہ اصول وضع کیا کہ مذہب عقل سے بے نیاز ہے۔ پھر ان غلط نظریات کو مدلل کرنے کے لئے کہا کہ قرآن کا صحیح مفہوم وہ ہے جو رسول اللہ متعین فرمائیں۔ پھر اس مقصد کے لئے احادیث وضع کی گئیں۔ پھر چونکہ من گھڑت حدیثیں قرآن کے خلاف تھیں اس لئے بے شمار آیات کو منسوخ قرار دیا گیا اور یہ عقیدہ پیدا کر لیا گیا کہ حدیث قرآن کی ناسخ ہے۔ پھر قرآن و حدیث دونوں کو فقہ کے تابع کر دیا گیا۔ کچھ عرصہ بعد یہ حالت ہو گئی کہ ان رسوم و عقائد کو حق و صداقت کا مسلک ثابت کرنے کے لئے کسی کاوش و کوشش کی ضرورت ہی باقی نہ رہی۔ اسی طرح یہ تمام چیزیں ہی باقی نہ رہی کہ یہ چیزیں ہزار برس سے امت میں متواتر چلی آرہی ہیں کیا یہ ہو سکتا ہے کہ ساری کی ساری امت غلط راہوں پر چلی آرہی ہو۔“ (ص 70)

لازمی نتائج:

پرویز صاحب کے ان خیالات کو صحیح باور کر لینے سے ہمیں آج اسلامی تاریخ، حدیث کے دفاتر، تفاسیر کے خزائن، فقہ کے ذخائر اور اسلامی تہذیب و ثقافت کے تمام سرمایہ سے فی الفور دست بردار ہونا پڑے گا اور تسلیم کرنا ہو گا کہ ہمارے تمام اسلاف جھوٹے، اپنے پیغمبر کے نام جھوٹ گھڑنے والے اور شاہی درباروں کے حاشیہ نشین تھے اور انہیں بادشاہوں کو خوش کرنے کے لئے خدا اور اس کے رسول پر جھوٹ بولنے میں کوئی عار نہ تھی۔ (نعوذ باللہ من حذہ الہفوات)

بہر حال پرویز صاحب نے اتنا تو مان لیا کہ دین میں یہ ترمیم و تحریف دورِ حریت (خلافت راشدہ) کے بعد دورِ ملکیت (عہد بنی امیہ و بنی عباس) میں شروع ہوئی۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ دورِ ملکیت سے پہلے دین اپنی اصلی روح کے ساتھ موجود اور پیشوائیت کی تمام آلائش سے پاک اور صاف تھا۔

ایک مطالبہ:

ہم ان کے ان مسلمات کی روشنی میں ان سے سوال کرنا چاہتے ہیں کہ کیا وہ اس امر کا کوئی ثبوت پیش کر سکتے ہیں کہ خلفائے راشدین کے دور میں قربانی بین الاقوامی ضیافت کے لئے استعمال ہوتی تھی اور تاریخ سے اس کی شہادت دے سکتے ہیں کہ اسلام کے دورِ حریت میں اس قسم کی ضیافت کا تصور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

قربانی کی مشروعیت اور منکرین سنت کا موقف

بھی موجود تھا؟ اور قیام منی کے ایام میں بصرہ، کوفہ اور شام وغیرہ کے حجاج نے دوسرے ممالک کے حجاج اور مقامی لوگوں کی اس اونچی سطح پر دعوت کی ہو؟ ہاں یہ بھی فرمائیے کہ قرآن مجید میں اس بین الاقوامی ضیافت بلکہ ”منی“ میں قیام کا ذکر کہاں ہے؟ یا لگے ہاتھ یہ کہہ دیجئے کہ قرآن مجید بھی تحریف و ترمیم سے محفوظ نہیں رہا اور خدا تعالیٰ کا وعدہ حفاظت نشہ و فہارہ کیا اور اس کی مخلوق اس کے ارادہ میں حائل ہو گئی۔

نامعلوم ان لوگوں کو بے ثبوت اور غیر ذمہ دارانہ باتیں کہتے ہوئے حیا کیوں نہیں آتی؟ ہمیں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ قدرت ان سے انکارِ حدیث کے جرم کا انتقام لے رہی ہے اور اس گناہ کی پاداش میں ان کا تعلق کتاب اللہ سے منقطع ہو رہا ہے۔

موجودہ دور میں حجاج کی قربانی:

پرویز صاحب نے فقرہ نمبر ۲ میں جس طرح عام دنیائے اسلام کی قربانیوں کو رسم کہا۔ اسی طرح موجودہ دور میں مکہ مکرمہ میں حجاج کی قربانی کو بھی ”محض ایک رسم کی تکمیل“ قرار دیا ہے۔ اس سے ان کا منشاء غالباً یہ ہے کہ مراسم حج میں قربانی مقصود بالذات نہ تھی اور نہ ہی براہِ راست تقرب الہی کا وسیلہ، بلکہ اس سے اصل غرض بین الاقوامی ہی تھی چونکہ آج کل اس ضیافت کا اہتمام نہیں ہو رہا۔ اس لئے مکہ مکرمہ میں حجاج کی قربانی بھی غیر ضروری اور محض ایک رسم کی تکمیل ہے۔ ہمیں خطرہ ہے کہ کل کو یہی صاحب یہ کہیں گے کہ حج کا اصل مقصد نمائندگانِ ملت کا بین الاقوامی اجتماع اور پوری امتِ مسلمہ کے لئے لائحہ عمل مرتب کرنا تھا جو اس دور میں نہیں ہو رہا۔ لہذا آج حج بے مقصد اور محض ایک رسم کی تکمیل ہے۔

بہر حال ہم گذشتہ پیرا گراف میں ان کی بنیاد یعنی بین الاقوامی ضیافت کے نظریہ کو ان کے مسلمات کی روشنی میں غلط ثابت کر آئے ہیں۔ لہذا اس فقرہ پر مزید بحث کی ضرورت نہیں اور اگر اس سے ان کی مراد صرف یہ ہے کہ آج ہمارے اعمال میں اخلاص کا جو ہر کم ہو گیا ہے تو ہم ان کی تصدیق کرتے ہیں لیکن عدم اخلاص یا قلتِ اخلاص کے سبب احکام قطعہ اور اعمال ثابتہ کا انکار عقل سلیم اور نقل صحیح کے خلاف ہے۔

پرویز کا اپنا اعتراف:

مندرجہ بالا تصریحات کے برعکس پرویز صاحب نے فقرہ نمبر ۴ میں جو کہا ہے اس کا بدیہی نتیجہ یہ ہے کہ غیر حاجی بھی قربانی کر سکتا ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ جب حج کے لئے مکہ نہ جاسکے تو بھی آپ نے قربانی بھیجی ہے۔ پرویز صاحب کے اس اعتراف کے بعد ہمارا اور ان کا اختلاف کافی گھٹ گیا ہے۔ پہلے تو وہ قربانی کی اجازت صرف حجاج کو دیتے تھے لیکن اس بیان میں انہوں نے قربانی کو حجاج کی بجائے مکہ مکرمہ سے مخصوص کر دیا ہے۔ ہم ان سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ اگر ہم آج رسول کے اتباع میں قربانی کے جانور کعبۃ اللہ بھیج دیں تو آپ ناراض تو نہ ہوں گے؟ اور اگر آپ خود بھی ایسا کر سکیں تو ہم آپ کو منکرِ قربانی کہنا چھوڑ دیں گے۔ خدا کرے کہ آپ اس بیان پر قائم رہیں۔

اب ہمارا اور ان کا جھگڑا صرف اتنا ہے کہ جو مسلمان کسی شرعی عذر کے سبب حج کے لئے مکہ مکرمہ نہ جاسکے وہ اپنے وطن میں قربانی کر سکتا ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں ہم ان سے وضاحت چاہتے ہیں کہ ان کے اس فقرہ میں تاریخ سے کیا مراد ہے؟ اگر کتب حدیث اس میں شامل ہیں تو پھر ان میں آنحضرت ﷺ کا مدینہ منورہ میں قربانی کرنا اور صحابہ کرامؓ کو اس کے لئے حکم دینا پوری تفصیل سے موجود ہے۔ بلکہ قربانی کے ایام، قربانی کے جانور،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

قربانی کی مشروعیت اور منکرین سنت کا موقف

قربانی کا ثواب، قربانی کے گوشت کے مصارف اور دوسری ہدایات کا ایک دفتر موجود ہے اور ان تمام امور کا تذکرہ بھی ہے جن کا مذاق آپ نے فقرہ نمبر 6 میں اُڑایا ہے۔ پھر اس تاریخ کے ایک حصہ سے استدلال اور دوسرے حصہ کا بلاوجہ استرداد ہماری سمجھ سے بالا ہے۔ اور اگر ان کے فقرہ میں تاریخ سے مراد کچھ اور ہے تو اس کی تعیین فرمائیں۔ ہم ان شاء اللہ وہیں سے ثابت کر دیں گے کہ آنحضرت ﷺ نے مدینہ میں اور صحابہ کرامؓ نے اپنے اپنے وطن میں عید الاضحیٰ پر قربانی دی ہے۔ البتہ اس صورت میں ہم پرویز صاحب سے یہ سوال ضرور کریں گے کہ اگر حدیث قابل اعتبار نہیں ہے تو تاریخ میں کیا اضافہ ہے کہ اسے مستند مانا جائے؟ ہاں یہ بھی بتائیے کہ تاریخ نبوی کے ماخذ کیا ہیں؟ اس کے ساتھ آپ کو یہ بھی بتانا ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کے اس فعل کی بنیاد کیا ہے؟ اور حضور ﷺ نے قرآن مجید کے کس کم کی تعمیل میں قربانی کے جانور مکہ شریف بھیجے؟ اور کیا آپ کے زمانہ میں بین الاقوامی ضیافت کا اہتمام ہوا تھا؟

حاصل کلام:

ہم نے پرویز صاحب اور ان کے ”دلائل“ پر مناسب حد تک تنقید کر دی ہے جس سے ان کے معتقدات کی خامی اور ان کے استدلال کی کمزوری بلکہ ان کے انداز فکر کی کجی بخوبی ظاہر ہے اور یہ امر بخوبی روشن ہے کہ وہ اپنا مدعا ثابت نہیں کر سکے بلکہ اپنے مزعومہ دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے قرآن مجید کے غلط ترجمہ اور غلط تشریحات کے مرتکب ہوئے ہیں اور اس ضمن میں انہوں نے کتنی باتیں ایسی کہی ہیں جن کا ثبوت انہوں نے نہیں دیا اور نہ ہی قیامت تک دے سکیں گے (وَلَوْ كَانُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا) اور جب تک وہ ان امور کا اثبات نہ کر سکیں ان کے لئے زیبا نہیں کہ پوری امت کے مد مقابل بنیں اور ڈیڑھ ہزار سال کے عملی توازن کو ملوکیت اور پیشوائیت کے گٹھ جوڑ کا نتیجہ اور پورے اسلامی نظام کو محرف قرار دیں۔

بحث کے دوسرے پہلو:

ہم نے اس بحث کے چند پہلو عمدہ نظر انداز کر دیئے ہیں اور اس کا سبب خوف طوالت کے علاوہ یہ خیال بھی ہے کہ ان پہلوؤں پر دوسرے اہل قلم روشنی ڈالیں گے۔ ہم نے پرویزی دلائل پر تنقید کو اس لئے ترجیح دی ہے کہ اکثر معاصرین بحث کے اس انداز کو نظر انداز کر جاتے ہیں اور اکثر مقالہ نگار اپنے خیالات کو مثبت انداز میں کہنے کے عادی ہیں۔ مخالف فریق کے دلائل کو اس کے مسلمات کی رُو سے رد کرنا اگرچہ مشکل نہیں لیکن ہمارے احباب اس طرف کم سے کم توجہ دیتے ہیں۔ اس لئے ہم نے اس انداز کو ضروری سمجھا۔

اقتصادی نقطہ نگاہ:

منکرین سنت اور کچھ اباحت پسند حلقے قربانی کو معاشی اور اقتصادی حیثیت سے بھی نقصان دہ خیال کرتے ہیں اور بعض حضرات جانوروں کی قلت کا رونا بھی روتے ہیں۔ ان کے اس اعتراض کو صحیح باور کرنے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ہم اس امر کا اعتراف کریں کہ اسلام کا یہ دعویٰ غلط ہے کہ وہ دین کامل ہے بلکہ یہ ہماری معاشیات کے لئے مضر اور اقتصادیات کے لئے تباہ کن ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

قربانی کی مشروعیت اور منکرین سنت کا موقف

ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ہم ماہر اقتصادیات نہیں لیکن اتنا ضرور جانتے ہیں کہ اقتصادی استحکام کے لئے یہ امر بے حد ضروری ہے کہ امراء کی دولت غرباء کو منتقل ہوتی رہے۔ اگر یہ اصول ٹھیک ہے تو پھر ملک میں لاکھوں افراد کا ذریعہ معاش یہی ہے کہ وہ ریوڑ پالیں اور عید الاضحیٰ کے موقع پر ان کو مہنگے داموں فروخت کریں۔ پھر لاکھوں قصاب ہیں جو ان ایام میں ذبح کرنے کی معقول اجرت پاتے ہیں۔ پھر لاکھوں غریب خاندان ہیں جو کم از کم تین دن عمدہ غذا سے بہرہ مند ہوتے ہیں اور چرمہائے قربانی سے بیسیوں ضرورتیں پوری کرتے ہیں پھر ہزاروں یتیم خانے اور رفائی ادارے ہیں جن کا سالانہ بجٹ قربانی کی کھالوں سے مستحکم ہوتا ہے۔ پھر ہزاروں خاندان ایسے ہیں جن کا ذریعہ معاش چمڑے کی رنگائی ہے۔ ذرا ان سے پوچھئے کہ ان کی معاش میں قربانی کی کتنی اہمیت ہے اور ان کی اقتصادی پوزیشن کے استحکام میں قربانی کو کتنا دخل ہے۔ پھر کتنے افراد وہ ہیں جو ہڈی وغیرہ کا کاروبار کرتے ہیں۔ پھر ذرا اپنی حکومت کے شعبہ تجارت سے معلوم فرمائیے کہ قربانی کی کھالوں، ہڈیوں اور اون وغیرہ سے کس قدر زر مبادلہ حاصل ہوتا ہے۔ پھر اندرون ملک کتنی مصنوعات ہیں جن کا انحصار چمڑے، ہڈی، سینگ اور انتڑیوں پر ہے۔ قرآن کا اعجاز ہے کہ اس نے ان تمام فوائد کو **لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ** کے جملہ میں سمیٹ لیا ہے۔

قلت کا بہانہ:

اس مقام پر جانوروں کی قلت کا بہانہ بھی غیر مناسب ہے۔ حکومت اگر مویشیوں کی قلت دور کرنا چاہتی ہے تو اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ افزائش نسل کی کوشش کی جائے۔ مویشی فارم کھولے جائیں۔ مویشی پالنے والوں کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ چراگاہیں عام ہوں اور سبزیوں کو ترقی دے کر ذبیحہ پر مناسب پابندی عائد کی جائے۔ پھر بھی قلت دور نہ ہو تو بقول محترم مودودی صاحب:

”ہفتہ میں پورے سات دن گوشت کا ناندہ ہونے لگے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کو مستقل طور پر ختم کر دیا جائے۔“
کیونکہ قربانی قرآنی الفاظ میں شعائر اللہ میں داخل ہے۔ مسلمانوں کا فرض ہے کہ شعائر اللہ کے احترام میں ہر ممکن قربانی کریں۔

یہ بھی یاد رہے

ایام قربانی میں ذبح ہونے والے جانوروں کے مبالغہ آمیز اعداد و شمار دیئے ہوئے یہ بات بھی یاد رہنی چاہئے کہ قربانی کے تین چار دن عام مذبح خانے یکسر بند رہتے ہیں اور عید سے کئی دن قبل اور بعد بھی ذبیحہ کی رفتار خاصی کم رہتی ہے کیا اچھا ہو کہ اعداد و شمار ترتیب دیتے ہوئے اس بحث کو میزان سے منہا کر لیا جائے۔ امید ہے کہ جمع و تفریق کا یہ عمل کسی نہ کسی درجہ میں ان خطرات کے لئے حوصلہ افزا ثابت ہو گا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

پیدائش بت کدہ میں، فطرت بت شکن

اس عہد کی تجدید کی اشد ضرورت ہے

مولانا عزیز بیدی

آزر، براہیم اور اسماعیل، اندازِ زیست سب کے جدا جدا، بات بُت فروش، پٹا بُت شکن اور صاحبزادہ سرفروش۔ وہ مظاہرہ پرست، یہ خدا پرست اور تیسرا تسلیم و رضا کا پیکر۔ اپنا اپنا نصیب اور اپنی اپنی فطرت! ایک ہی درخت، کچھ کانٹے، کچھ پھول اور کچھ شیریں پھل۔

تہستانِ قسمت راجہ سودا زر ہر کامل!

کہ خضر از آبِ حیواں تشنہ می آرد سکندر را

کفر اور شرک کی ایک خاص فطرت ہے جس کے سمجھنے کے لئے ”آزر“ کی زندگی کا مطالعہ بہت مفید ہے۔

اسلام اور توحید کا اپنا ایک مزاج اور رنگ و بُو ہے، اگر یہ کہا جائے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حیاتِ طیبہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کا اسوۂ حسنہ اسلام اور توحید کی سچی تفسیر، اصلی تعبیر اور بے داغ اسلوب ہے تو اس میں قطعاً کوئی مبالغہ نہ ہو گا۔

نماردہ وقت کے اپنے مخصوص اغراض، آمرانہ مقاصد اور ناپاک پروگرام ہوتے ہیں جن کی تکمیل کے لئے کچھ افراد کی ضرورت ہوتی ہے جو بد قسمتی سے عموماً ان کو مل ہی جاتے ہیں۔

آزر، نماردہ عراق کے اغراضِ باطلہ کے لئے ایک معتمد ستون تھا، خدا کی خدائی سے تو اس کو کوئی دلچسپی نہ تھی، ہاں نمرود کی خدائی کے سلسلہ میں خاصا مخلص رہا اور اس کے لئے خاصی سنجیدہ کوششیں بھی کیں۔

کسی قوم کی بد نصیبی کے لئے اتنی ہی بات کافی ہوتی ہے کہ اس کے سر پر آوارہ لوگوں کو ملک اور قوم کی بہ نسبت جبر و استبداد کی دل جوئی زیادہ مطلوب ہو اور محض اس لئے کہ ان کے شخصی مصالح پورے ہوتے ہیں، وہ پوری قوم کے مصالح اور مستقبل کو بھی بچ کھاتے ہوں۔ یہ آزر، انہی عمائدین میں سے ایک تھا، جن کے دم قدم سے نمرود کی خدائی سلامت تھی۔ گویا کہ یہ ”نمرودی سنتِ سینہ“ اور ”آزادی حکمتِ عملی“ ہے جس کو اسی ٹائپ اور قماش کے لوگوں کے ذریعے ابلیس اور اس کی ذریت لے کر چل رہی ہے۔

دین اور دنیا کی تفریق بھی آزری اور نمرودی حکمتِ عملی کی یادگار ہے کیونکہ یہ طرزِ حکومت انہی لوگوں نے ایجاد کیا تھا۔ ان کے ہاں بیتِ الحکومت کا وارث حکمران ہوتا تھا اور ہیکل کا کاہن دنیاوی حکومت کا مالک حکمران ہوتا تھا، مذہبی اور نام نہاد روحانی حکومت کاہن کے حوالے ہوتی تھی۔ دراصل یہ ”بنارسی ٹھگ“ تھے جو ایک دوسرے کی ملی بھگت سے بندگانِ خدا کا استحصال کیا کرتے تھے۔

آزر بہت بڑا آرٹسٹ تھا۔ صنایعِ برسی شے نہیں، لیکن جب یہ روحانی رومان، جنسی ارمان، ذہنی عیاشی اور تن آسانی کا سامان بن جاتی ہے اس وقت اس کی مضرت اس کی افادی حیثیت پر غالب آ جاتی ہے۔ جتنی یہ انسانی خدمات انجام دیتی ہے، اتنی ہی یہ انسان اور اس کی آخرت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کے لئے غارت گریاں ہوتی ہے۔

اس ظالم نے اپنی صنعتی صلاحیتیں، بت تراشی، تبکدہ کی آرائش اور استحکام کے لئے صرف کر ڈالی تھیں، اس فن میں اس کی یکتائی نے خدا کی یکتائی اور وحدت کو پارہ پارہ کرنے کی کوشش کی۔ بائبلوں کو اتنے خدا، اتنے مشکل کشا اور داتا مہیا کیے کہ ان کی تنگی داماں کی شکایت ہو گئی۔ نمرود کے بے شمار مجسمے بنائے۔ اس کی خدائی کے عجیب عجیب روپ تخلیق کیے، ستاروں کو خدا بنا کر ان کی مورتیوں کے انبار لگا دیئے۔ سورج اور چاند کے اصنام تیار کئے اور پھر پوری قوم کو ان کے گرد جمع کرنے کا فریضہ بھی سرانجام دیا۔ لگ ان کے گرد طواف کرتے۔ ان کے حضور چلے کشی اور اعتکاف کے نذرانے پیش کرتے۔ جو پیشانی خدا کے حضور نہ جھک سکی وہ اپنے ہاتھ کے گھڑے ہوئے بتوں کے حضور یوں رسوا ہوئی کہ خدا کی پناہ!

سورت انعام میں آیا ہے:

إِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبْنَيْهِ أَزَّرَ اتَّخِذْ أَصْنَامًا آلِهَةً (الانعام)

جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا کہ آپ بتوں کو خدا بناتے ہیں!!

اصنام صنم کی جمع ہے۔ صنم کے لغوی معنی مضبوط اور قوی کے ہوتے ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں صَنِمُ الْعَبْدُ غلام طاقت ور اور مضبوط ہو گیا۔ امام راغب کی تصریحات سے پتہ چلتا ہے کہ ہر وہ چیز صنم ہے جس کے تعلق کی وجہ سے انسان خدا سے بیگانہ اور غافل ہو جائے۔ (مفردات) دراصل یہ کیفیت اس وقت ہی پیدا ہوتی ہے جب کوئی شخص کسی شے کے سلسلہ میں ایسی ہی توقعات اور حسن ظن میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ اسباب و علل سے ماوراء کوئی شے اس کو کچھ فائدہ یا نقصان پہنچا سکتی ہے۔ گویا کہ آزر نے ایک ایسی طرح ڈال دی تھی کہ پوری قوم خدا کے ماسوا اور بہت سی چیزوں کو نافع اور ضار سمجھ کر ان کے گرد جمع ہو گئی تھی۔ خواہ وہ نمرودی کروفر ہو یا مذہبی پیشواؤں کے جال ہوں۔ روحانی مہنتوں کے مکروفریب ہوں یا سیاسی ٹاؤٹوں کی جعل سازیاں ہوں، بہر حال انسان ان کے سلسلہ میں کسی خوش فہمی میں مبتلا ہو کر ہی ان کے بھرے میں آسکتا ہے۔ آزر نے یہ سارے جال بچھا رکھے تھے جس پر حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو ملامت کی تھی اور خدا سے یہ دعا کی تھی:

”وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ الْأَصْنَامَ“

(الہی!) مجھے اور میری نسل کو بتوں کی پرستش سے دور ہی رکھیو۔

ظاہر ہے کہ اس سے مراد صرف وہ ظاہری اصنام اور بت نہیں ہو سکتے جن کا رواج عام تھا بلکہ ان کے ساتھ یہ سب دوسری جعل سازیوں کے فتنے بھی تھے۔

سورہ انبیاء میں فرمایا:

إِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبْنَيْهِ وَقَوْمِهِ مَا هَذِهِ التَّمَاثِيلُ الَّتِي أَنْتُمْ لَهَا عِقْفُونَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

پیدائش بت کدہ میں، فطرت بت شکن

وہ وقت یاد کرو جب حضرت ابراہیم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا تھا، یہ کیا تصویریں اور مورتیاں ہیں جن پر تم جے بیٹھے ہو۔

تمثال دراصل اس چیز کا نام ہے جو دوسری شے سے ملتی جلتی ہونے کی وجہ سے اس کی صفات اور خصوصیات کی مظہر بھی ہو۔ آزر اور اس کی قوم نے اس قسم کے گمراہ کن مظاہر گھڑ لیے تھے جن کے سلسلہ میں یہ حسن ظن قائم کر لیا گیا تھا کہ یہ خدائی صفات اور اختیارات کے حامل اور مظہر ہیں۔ اس لئے ان کا یہ نعرہ عام ہو گیا تھا کہ:

اللہ کے پلے میں دھر اوحدت کے سوا کیا ہے۔

لینا ہے جو ہم نے، وہ لے لیں گے محمد ﷺ سے (استغفر اللہ)

چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان پر یہ الزام عائد کیا:

إِنَّمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْثَانًا وَتَخْلُقُونَ أَفْكَاطَ إِنَّ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوا عِنْدَ اللَّهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوهُ وَاشْكُرُوا لَهُ (پ 20، عنکبوت۔ ع 6)

تم تو خدا کے سوا بس بتوں کی پرستش کرتے ہو اور جھوٹی جھوٹی باتیں (دل سے) بناتے ہو خدا کے سوا جن کی پرستش کرتے ہو تمہیں روزی دینے کا تو (ذرا سا بھی) اختیار نہیں رکھتے، اس لئے روزی بھی خدا سے ہی مانگو، اسی کی عبادت کرو اور اس کا ہی شکر بجالاؤ۔ مقصد بر آری اور دکان چکانے کے لئے غلط رخ قول و فعل کے استعمال کرنے کا نام ”افک“ ہے۔ اگر ہم اسے ”جاہلی سیاست“ سے تعبیر کریں تو بے جا نہ ہو گا۔ گویا کہ کل جسے ”افک“ کہا جاتا تھا اسے آج ”سیاستِ سوء“ سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ کل جو شے جاہلیت تھی آج وہی روشن خیالی اور سیاسی چابک دستی تصور کی جاتی ہے۔

داعیانِ حق کی راہ مارنا اور دعوتِ حق پر بری طرح بگڑنا بلکہ ان کے گلے پڑنا چونکہ آزر کی آزریت کا خاص شاہکار تھا لہذا بگڑ کر بولا:

أَرَأَيْبَ أَنْتَ عَنِ الْهَيْئَةِ يَا اِبْرَاهِيمُ جَلَيْنَ لَمْ تَنْتَهَ لَأَرْجُئِكَ وَاهْجُرْنِي مَلِيًّا

کہ اے ابراہیم! کیا تو میرے آقاؤں اور معبودوں سے پھر گیا ہے؟ اگر تم باز نہ آئے تو میں تمہیں سنگسار کر دوں گا۔ مجھ سے دور ہو جاؤ۔ الغرض اپنے پرائیویٹ مصالح اور مقاصد کی خاطر چند شاطر وار جاہ پرست افراد کو پوری قوم اور ملک پر مسلط رکھنے کی کوشش کرتے رہنا اپنی بہترین صلاحیتوں سے عوام کی گمراہی کے کام لینا، راہِ حق مارنا، خود تراشیدہ اصنام اور منتخب کردہ طاغوت کی غلامی کو ”معنوی اور معنی خیز ترقی“ کا زینہ تصور کرنا ”داعیانِ حق“ سے بگڑنا اور ”دعوتِ حق“ سے چڑنا، کفر و طاغوت کی خدمت کرنا، خدا اور رسول کے سامنے اڑ جانا۔ بس ”آزری“ کا یہ طول و عرض تھا۔ اب آپ اس کے بالمقابل، براہِ نبی اور اسمعیلی طرزِ زندگی ملاحظہ فرمائیں اور خود ہی موازنہ کریں کہ ہم اپنا وزن کس پلڑے میں ڈال رہے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات کے اندر کئی ایک پہلو قابلِ نگاہ ہیں۔ آپ پیغمبرِ خدا بھی ہیں اور آزر کے صاحبزادے بھی،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

پیدائش بت کدہ میں، فطرت بت شکن

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے باپ بھی ہیں اور اپنی قوم کے ایک عظیم فرد بھی۔ نینو اور بابل کے باشندے بھی ہیں اور ایک مہاجر بھی۔ بت کدہ میں پل کر جواں بھی ہوئے۔ کعبہ کے معمار بھی بنے۔ ان تمام متنوع اور متضاد حیثیتوں میں انہوں نے جو ایک معیار اور اسوۂ حسنہ پیش کیا ہے، وہ جس قدر حسین ہے اتنا ہی طویل بھی ہے جس کا یہاں استقصاء مشکل ہے تاہم بعض امور ایسے ہیں اگر ان کے سمجھنے کی کوشش کی جائے تو ”براہیمی“ سمجھنے میں بڑی مدد مل سکتی ہے۔

مثلاً فرائض منصبی میں ذرہ بابر کو تاہی برداشت نہ کی، لیکن شدید اختلافات کے باوجود ایک فرزند ارجمند کی حیثیت میں باپ کے ”معروف احترام اور آداب“ کو بھی ملحوظ رکھا۔ اولاد عزیز از جان ہوتی ہے لیکن جب ”اُس“ کی راہ میں لٹانا پڑا تو تامل نہ کیا۔ گو ایک عظیم قوم کے مالک تھے۔ لیکن حق کو قوم کی جہوریت کی نذر نہ کیا۔ ملک و وطن کے ہر باسی کو اپنے ملک سے بے پناہ محبت ہوتی ہے مگر ضمیر اور حق پر کبھی بھی اس کو بھاری نہیں ہونے دیا۔ اگر پوری قوم اور ملک نے راہ روکنے کی کوشش کی تو اس کی پرواہ نہ کی۔ دیس سے پردیس جا کر خدا کو نہ بھولے۔ نکلے بھی تو یوں کہ ۔

جیں پہ گردِ عشق، لب پہ مہر سکوت!

دیارِ غیر میں پھرتا ہوں، آشنا کے لئے!

کہتے ہیں ماحول اور خاندانی اثرات لے ڈوبتے ہیں، یہ بات کافی حد تک صحیح بھی ہے۔ لیکن یہ اس وقت ہوتا ہے جب اپنے ’ضمیر اور ایمان‘ سے محبت نہ رہے۔ اپنے نظریہ پر ترس نہ آئے اور کند قلب و نگاہ لے کر اُٹھے۔ ایک باضمیر خدا آشنا اور عقابانی نگاہ رکھنے والے با خدا انسان کے لئے خاندان تو کجا، آتشکدہ جیسے آتشیں عوامل بھی ان پر اثر انداز نہیں ہو سکتے اور نہ ہوئے۔ بت کدہ میں پل کر ”کعبہ“ ہی تعمیر کیا ملک اور قوم کو بھی اس پر نثار کیا۔

طبعی اور فطری حیثیت میں آپ ”اواہ“ ”منیب“ اور ”حلیم“ تھے۔ اواہ سے مراد وہ ہستی ہے جو حُبِ حق کے ہاتھوں آہ و فغاں جس کا شیعہ ہوتا ہے۔ حلیم آس بردبار اور متوازن انسان کا نام ہے جو ناسازگار حالات کے باوجود حوصلہ نہیں ہارتا اور حواس قائم رکھتا ہے۔ منیب آس کو کہتے ہیں جو اپنی مشکلات اور مسائل حیات کے سلسلہ میں دستگیری اور رہنمائی کے لئے سدا اپنے رب کی طرف متوجہ رہتا ہے۔

إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ - إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَحَلِيمٌ أَوَّاهٌ مُنِيبٌ۔

آپ کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد ہے:

إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا (پ 16، مریم) کہ آپ صدیق نبی تھے۔

اور صدیق نبی وہ ہوتے ہیں جو خدا سے اپنے خصوصی تعلق اور الہامات کے بارے میں حد درجہ مطمئن، صاحبِ یقین اور شاہدِ حق ہوتے

ہیں۔ ان کی زبان صرف شہادتِ حق کے لئے کھلتی ہے اور حق ہی ان کی زبان سے نکلتا ہے:

وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا (مریم) کہ ہم نے ان کو سچ کہنے والی زبان بخشی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

گویہ مقام سب انبیاء کو حاصل ہوتا ہے، لیکن آپ کو مزید اختصاص حاصل تھا کیونکہ مظاہر پرست دنیا کے ماحول میں ارض و سماء کی بادشاہت اور ملکوت کا مشاہدہ آپ کو بالخصوص کرایا گیا تھا تا کہ ان کے تخمین و ظن کے مقابلے میں دولتِ یقین آپ کو مز حاصل ہو جائے۔

وَكَذَلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلِيَكُون مِنَ الْمُوقِنِينَ
بے داغ دل بھی آپ کو حاصل تھا:

إِذْ جَاءَ رَبَّهُ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ (صُفَّت) کہ جب آپ قلبِ سلیم لے کر اپنے رب کے پاس آئے۔
قلبِ سلیم سے مراد وہ بے داغ دل ہے جو غیر اللہ کی پرچھائیوں کی وجہ سے داغ دار نہیں ہوتا۔ قرآن حکیم کی زبان میں اس کو حنیف بھی کہتے ہیں:

إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِلَّهِ حَنِيفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ (النحل-ع 16)

یقین کیجئے! حضرت ابراہیم خود ایک اُمت تھے، قانت تھے، حنیف تھے اور مشرک نہیں تھے۔

اُمت تھے۔ جو خوبیاں علی الانفراد سب میں پائی جاتی ہیں۔ ان کے وہ تنہا مالک تھے۔ اس لئے مرجعِ خلافت اور امام بنے۔ قانت تھے۔ با ادب خدا کے حضور عبادات اور مناجات میں سدا محور بنے کو قانت کہتے ہیں۔ حضورِ قلب کا یہ وہ مقام ہے جہاں با ادب، با ملاحظہ، ہوشیار کی کیفیت اور سماں طاری رہتا ہے یوں جیسے ایک وفادار اور عاشق زار غلام اپنے آقا کے پُر جلال دربار میں حاضر کھڑا ہو۔
حنیف تھے۔ حضورِ قلب کی اس دولت میں کسی اور دھیان اور دل چسپی کی آمیزش سے پاک اور صرف خدا کے لئے یکسو تھے اور اس سلسلہ میں اس قدر حساس اور غیور تھے کہ اگر اس مقام ”توحید“ کے منافی کہیں کوئی چیز آپ کو نظر آجاتی تو بیزار ہو جاتے۔

فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ تَبَيَّرَ مِنْهُ (پ ۱۱-توبہ-ع ۱۴)

پھر جب ان پر (یہ راز) کھلا کہ یہ (آزر) اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بیزار ہو گئے۔

يَقُومُ إِنِّي بَرِيءٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ (پ ۷-الانعام-ع ۹)

یعنی اے قوم! میں ان سے بیزار ہوں جن کو تم شریک کرتے ہو۔

إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ۔

(لہذا) میں نے تو ایک طرف کا ہو کر اپنا رخ اس ذات کی طرف کر دیا ہے جس نے زمین و آسمان بنائے میں تو شریک کرنے والا نہیں ہوں۔ (حوالہ مذکورہ)

بلکہ خدا کی راہ میں خویش و اقربا، قوم، ملک، جاہ و حشم اور چین و آرام بھی حائل ہوئے تو سب کو چھوڑ دیا بیوی اور بیٹی کی جدائی اور قربانی کی بات آئی و دیر نہ کی۔ جان پر کھیل جانے کی نوبت آئی تو یوں نثار ہوئے جیسے پروانہ۔

زندگی کا یہ وہ کیف اور رنگ و بو ہے کہ جس پر طاری ہو جاتا ہے، ”حق کاراہی“ کہلانے لگتا ہے اس کا سارا سفر حیات سیر الی اللہ میں شمار

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہوتا ہے:

قَالَ إِنِّي مُهَاجِرٌ إِلَى رَبِّي (عنکبوت ع ۳) کہا میں (تو) اپنے رب کی طرف ہجرت کرتا ہوں۔

إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَى رَبِّي (الصفّ ع ۳) میں (تو) اپنے رب کی طرف چلا ہوں۔

رب کسی دنیاوی سمت اور جگہ میں نہیں ہے کہ آپ ادھر کو اٹھ دوڑے ہوں وہ تو ہر جگہ ہے۔ اس لئے یہ ”جانا“ اللہ کے لئے سفر حیات جاری رکھنے کا نام ہے گویا کہ ”سر اپا رب کا ہو کر رہنا“ رب کی طرف ہجرت کرنا ہے۔

یہ حج، کعبہ کا یہ پروانہ وار طواف، خدا کی راہ میں یہ صحرانوردی، طاعنوت کے خلاف جنگ جاری رکھتے ہوئے جمروں پر یہ سنگ باری، منیٰ میں قربانیوں کی یہ رسم کہن، سبھی کچھ اسی ”مہاجر اور حق کے راہی“ کے پاک نقوش پاک ہیں۔ نقل راعقل باید۔ سوچ لیجئے! آپ کے یہ حج اور آپ کی یہ قربانیاں، کیا اسی ”ذہن زرخیز“، ”قلب آواہ“ اور ”دل بے داغ“ کے نخچیر ہیں؟ کیا اس کے پس پردہ وہی جذبہ، وہی حرارت وہی عشق بے پرواہ اور وہی بے قابو غیرت کار فرما ہے؟

اسوۂ ذبیح، اَلْوَلَدُ سِرّاً بِیْہِ کے مطابق اسوۂ خلیل سے مختلف نہیں ہے۔

کم سنی میں حکم ہوتا ہے، یہ پُر رونق شہر اور بازار چھوڑ چھاڑ کر بے آب و گیاہ اور لقا دق صحرا میں جا بسیں! صدا آئی! حاضر جناب! لیکن خیال آیا کہ یہاں ہمارا کون؟ جواب ملا، اللہ! مطمئن ہو کر کہا بس پھر پرواہ نہیں، اگر وہ ہی پاس ہے جس کی تلاش کے لئے سفر حیات کی ڈیوٹی ملی تو اس ”خدمت“ سے بڑھ کر اور ”تقریب وصال“ کیا ہو سکتی ہے۔

دل صاحب اولاد سے انصاف طلب ہے!

سوال ہوا، بیٹا! ”رب جان مانگتا ہے۔“! جواب ملا، ”حضور! تو پھر دیر کا ہے کی؟ اگر دے کر بارِ امانت سے رہائی نصیب ہو جائے تو اور کیا چاہئے؟ فکر نہ کیجئے! یہ لیجئے! بیٹے نے پیشانی رب کے حضور زمین پر رکھ دی۔ باپ نے چھری چلا دی، بسم اللہ اللہ اکبر!“

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی!!

حق توبہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا!!

ہاں جناب! وہ آزاری ہے اور یہ براہی۔ عمر تو ساری آزاری میں گزر گئی، اب اگر ارادہ کر لیا ہے کہ براہی کا مزہ بھی چکھ لیں تو پھر بسم اللہ! پر یہ سوچ لیجئے! کہ یہ صرف ”ذنب اور چھترے“ کے گلے پر چھری پھرنے کی ایک رسم نہیں، ایک عہد بھی ہے، دعویٰ بھی ہے، حالات، وقت اور ایمان کا ایک تقاضا بھی ہے!

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مشاہیر علمائے سرحد

حضرت مولانا حافظ عبد الرحیم صاحب (کلاچی والے)

1875ء - 1950ء

جناب قاری فیوض الرحمن (ایم۔ اے)

ولادت:

آپ 26 شوال المکرم 1292ھ (ستمبر 1875ء) میں کلاچی ضلع ڈیرہ اسماعیل خاں میں مولوی محمد نعیم صاحب کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ایک اوسط درجے کے عالم تھے جو درس و تدریس کے علاوہ حصولِ معاش کی خاطر جلد سازی اور نقاشی کا کام کرتے تھے، ان کے جدِ امجد حافظ محمود صاحب بھی اہل علم میں شمار ہوتے تھے۔

ابتدائی تعلیم:

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد صاحب سے حاصل کی، پھر مولانا صدر الدین صاحب، مولانا قاضی عبد المجید صاحب اور مولانا غلام رسول صاحب سے علمی استفادہ کیا۔ علم حدیث کی تحصیل آپ نے مولانا داؤد صاحب سے کی، اسی دوران میں آپ نے قرآن پاک بھی حفظ کر لیا۔

امرتسریں:

تحصیل علم کے بعد آپ امرتسر تشریف لے گئے اور وہاں اخبار ”وکیل“ کے سب ایڈیٹر (مدیر معاون) مقرر ہوئے۔ 1911ء میں آپ نے مدیر معاون کی حیثیت سے ”وکیل“ میں کام کیا۔ 1912ء میں امرتسر سے لاہور آگئے اور مشہور اخبار ”زمیندار“ میں مترجم کی حیثیت سے کام کرنا شروع کر دیا۔ انہی دنوں آپ نے مولوی فاضل اور منشی فاضل کے امتحانات امتیاز کے ساتھ پنجاب یونیورسٹی سے پاس کر لئے۔ اسی ملازمت کے دوران آپ کو مولانا ظفر علی خاں اور مولانا ابوالکلام آزاد صاحب کے ساتھ (ادارہ زمیندار میں) کام کرنے کا موقع ملا۔ مولانا آزاد آپ کی استعداد، ذہانت اور محنت سے اس قدر متاثر ہوئے کہ جب انہوں نے کلکتہ سے ”الہلال“ جاری کیا تو آپ کو اس کے ادارہ میں شرکت کی خصوصی دعوت دی اور کافی اصرار کیا لیکن بعض ناگزیر وجوہات کی وجہ سے آپ اس پر خلوص دعوت کو قبول کرنے سے معذور رہے۔

پشاور میں:

1913ء میں جب ”سرسید سرحد“ جناب صاحبزادہ عبد القیوم صاحب کو اسلامیہ کالج پشاور کے عظیم کتب خانہ کی ترتیب و نگرانی کے لئے کسی موزوں شخصیت کی ضرورت محسوس ہوئی تو ان کی نگاہ انتخاب آپ پر پڑی، چنانچہ انہوں نے پہلے ایک خط کے ذریعے اس عظیم ذمہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

داری کو قبول کرنے کی دعوت دی اور بعد ازاں بذریعہ تار آپ کو بلا لیا۔ پھر یہی لائبریری جسے ”مکتبہ علوم شرقیہ دارالعلوم الاسلامیہ“ پشاور کے نام سے یاد کیا جاتا ہے آپ کی توجہ کا مرکز بن گئی۔ آپ نے اس قدر خلوص، محنت اور جانفشانی سے اس ذخیرہ کتب کی نگہداشت کی کہ پانچ سال کے قلیل عرصہ میں ان کتابوں کی ایک تفصیلی اور تحقیقی فہرست مرتب فرمائی جو ”لباب المعارف العلمیہ“ کے نام سے موسوم ہے۔ بلاشبہ ”لباب المعارف العلمیہ“ کو تصنیفات علوم شرقیہ اور ان کے مصنفین کے بارے میں تفصیلی اور تحقیقی معلومات موجود ہیں۔ علوم شرقیہ پر تحقیقی کام کرنے والے ملکی و غیر ملکی اس فہرست کتب سے بے نیاز نہیں ہو سکتے۔ وہ حوالے (Reference) کے طور پر اس کا تذکرہ کرتے ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ کی زندگی کا یہ عظیم کارنامہ ہے۔ لیکن آپ نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس لائبریری کی ترتیب و تنظیم کے علاوہ دم واپس تک قرآن مجید، علوم دینیہ اور عربی زبان کی بڑی خدمت کی۔ آپ نے کئی اہم عربی تصنیفات کا اردو میں ترجمہ کیا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ترجمہ کرنے کا خصوصی ملکہ عطا فرمایا تھا۔ آپ کے تمام تراجم میں سلاست اور روانی ہے، مشکل اور دقیق مقامات کو بڑی خوبی اور مہارت سے ام فہم بنادیتے ہیں۔

چونکہ آپ کے محبوب مصنفین حضرت امام ابن تیمیہ، علامہ ابن قیم، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حضرت مجدد الف ثانی اور علامہ طنطاوی جوہری تھے اس لئے انہی کی اکثر کتابوں کا آپ نے ترجمہ کیا۔ تراجم کے علاوہ آپ نے عربی زبان کی ایک لغت (ڈکشنری) اور ایک عربی گرامر بھی تصنیف فرمائی۔ عربی زبان کے نئے سیکھنے والوں کے لئے آپ نے ایک سلسلہ ”صحائف اربعہ“ کا تالیف فرمایا جس میں براہ راست عربی سکھانے کی ایک کامیاب کوشش کی گئی ہے۔

تصنیفی خدمات:

1. لباب المعارف العلمیہ فی مکتبۃ دارالعلوم الاسلامیہ، پشاور
2. روء الاخوان۔ یہ عربی زبان کے متداول اور کثیر الاستعمال الفاظ کی ڈکشنری (لغت) ہے۔ جس میں غرائب القرآن اور اس کے محاورات کا خصوصیت سے التزام کیا گیا ہے۔ یہ قلمی ہے اور اسلامیہ کالج کی لائبریری میں موجود ہے۔
3. میزان اللسان (عربی، قلمی) نحو کی عام فہم اور سہل کتاب۔
4. صحائف اربعہ۔

تراجم:

1. حجتہ اللہ البالغہ۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی شہرہ آفاق عربی کتاب کا آپ نے رواں دواں اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ اس کے دو حصے ہیں۔ حصہ اول و دوم۔ قومی کتب خانہ لاہور نے اسے طبع کروایا ہے۔ پہلے حصے کی قیمت 18 روپے اور دوسرے کی 22 روپے ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

1. اس سے اس کی ضخامت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ میرے ہاتھ میں اس وقت طبع دوم ہے جو 1962ء میں منصف شہود پر آئی۔ ترجمہ کے آغاز میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی مختصر سوانح بھی لکھی ہے جو 69 صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔
2. مکتوباتِ امام ربانی کا آپ نے اردو زبان میں ترجمہ کیا ہے اور کتاب کے شروع میں امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ کی سوانح بھی لکھی ہے۔ یہ مطبوعہ ہے۔
3. مقالات و حالات سید جمال الدین افغانیؒ۔ یہ بھی مطبوعہ ہے۔
4. جواہر العلوم۔ علامہ طنطاوی جوہری کی تصنیف ہے۔ اس کا آپ نے ترجمہ کیا ہے۔ قومی کتب خانہ لاہور نے اسے شائع کیا ہے۔ قیمت 50/6 ہے۔
5. جامع الآداب۔ مصر کے ایک ممتاز عالم کی شہر آفاق تصنیف ”آداب الفتی“ کا سلیس اور بامحاورہ ترجمہ ہے۔ اس کتاب میں ان تمام آداب کا ذکر ہے جن سے سیرت و کردار کو سنوارنے میں مدد ملتی ہے۔ 1966ء میں قومی کتب خانہ لاہور نے اسے دوسری بار چھاپا۔ اس کے 168 صفحات ہیں۔
6. تراجم تصانیف۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ، ولی اللہ، فتویٰ شرک شکن، خلاف الامۃ، مناسک حج اور تفسیر آیت کریمہ۔ مطبوعہ الہلال بک ایجنسی شیر انوالہ گیٹ، لاہور۔
7. تراجم تصانیف علامہ ابن قیمؒ۔ اسلامی تصوف۔ تفسیر الموذتین۔ مطبوعہ الہلال بک ایجنسی لاہور۔
8. تراجم تصانیف شاہ ولی اللہؒ! خیر کثیر، البدور البازغہ، تہیمات الہیہ، معارف الدینیہ، حق البقین کتابستان کمپنی بمبئی میں طبع ہوئے۔
9. نجد و حجاز۔ علامہ رشید رضا مصری کی کتاب کا اردو ترجمہ ہے۔ طبع ہو چکا ہے۔
10. نثر اللالی۔ حضرت علی کے اقوال کا پشتو ترجمہ ہے۔ اس کا آپ نے اردو میں بھی ترجمہ کیا تھا لیکن ہنوز طبع نہیں ہوا۔
11. اسلام اور کمیونزم۔ پروفیسر ڈاکٹر احسان اللہ خان کے ایک انگریزی مقالے کا پشتو میں ترجمہ کیا۔ یہ بھی مطبوعہ ہے۔
12. سیرت النبی (پشتو) یہ ایک عربی رسالے کا ترجمہ ہے جو کہ رسالہ ”پشتو“ کا بل میں 1932ء کے سال میں 11 قسطوں میں شائع ہوا۔ (ج 1 شمارہ 5 تا ج 2 شمارہ 4)
13. علامہ طنطاوی کی ”تفسیر الجواہر“ کا اردو میں ترجمہ شروع کر رکھا تھا اور جلد 2 تا 5 کا ترجمہ مکمل کر چکے تھے کہ زندگی نے اور مہلت نہ دی۔ یہ غیر مطبوعہ ہے اور آپ کے فرزندوں کی تحویل میں ہے۔
14. کتابستان بمبئی کے لئے ”قوتِ ارادی“ کے موضوع پر ایک انگریزی کتاب کا ترجمہ کیا۔ یہ چھپ نہ سکا۔ ان کے علاوہ مختلف مجلات میں وقفاً وفاقاً آپ کے علمی مضامین اور تراجم اکثر شائع ہوتے رہتے تھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

تدریسی خدمات:

آپ 1913ء سے 1943ء تک برابر تیس سال اسلامیہ کالج پشاور میں عربی اور پشتو پڑھاتے رہے اسی دوران 1930ء میں حج بیت اللہ کی سعادت سے بھی بہرہ یاب ہوئے۔

1947ء میں دوبارہ لائبریری کی نگرانی کے لئے متعین کیے گئے اور خاص طور پر قلمی نسخوں اور نادر کتب کی نگہداشت آپ کے سپرد کی گئی۔ جون 1950ء میں اس فریضہ کی ادائیگی سے سبکدوش کر دیئے گئے۔ اسلامیہ کالج لائبریری سے فراغت پانے کے بعد، بھانہ ماڑی پشاور شہر کے صاحبزادہ فضل صدانی صاحب کی دعوت پر ان کے کتب خانہ کی فہرست وغیرہ تیار کرنے کے سلسلہ میں ٹھہر گئے۔ اس علمی شغل میں مصروف تھے کہ تین دن کی مختصر سی علالت کے بعد 6 ذی الحجہ 1369ء مطابق ستمبر 1950ء کو تقریباً 11 بجے صبح خالق حقیقی سے جا ملے اور وصیت کے مطابق اسلامیہ کالج پشاور کے قبرستان میں دفن کئے گئے۔

آپ کی ذات گرامی بہت فیض رساں تھی۔ بہتوں نے آپ سے بہت کچھ حاصل کیا اور بہت سے اب بھی آپ کی تصنیفات سے بہت کچھ حاصل کر رہے ہیں۔

آپ کی تصنیفی خدمات پر نظر ڈالیے اور پھر تدریسی خدمات کا اندازہ لگائیے۔ اس سے صاف معلوم ہو گا آپ نے کس قدر مصروف زندگی گزاری ہے۔ آپ کو مطالعہ اور تصنیف و تالیف سے حد درجہ شغف تھا۔ ان کی ایک ذاتی ڈائری میں لکھا ہوا ایک شعر ان کے اس میلان طبع کی کتنی صحیح عکاسی کرتا ہے۔

ہمارا کام کیا دنیا سے، مکتب ہے وطن اپنا
چلیں گے جب کہ دنیا سے ورق ہوں گے کفن اپنا
تاریخ وصال آپ کے فرزند ڈاکٹر محمد اسماعیل محمودی نے کہی:

آں بزرگِ مابجق واصل شدہ، حقا مگر
کیفِ ماباقیت، مے ریزد کہ جامِ مائست 530
نستہ محمودی! بگو تاریخ واصل او کہ وائے
والدیم عبد الرحیم از عالم دنیا برفت 532

13 ھ 69

آپ علمائے اہل حدیث میں سے ایک ممتاز عالم تھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اولاد:

آپ کے دو صاحبزادے مولوی محمد اسحاق صاحب اور جناب ڈاکٹر محمد اسماعیل محمودی ہیں۔ تین صاحبزادیاں تھیں۔ جن میں سے دو اللہ کو پیاری ہو گئیں۔ ایک بقید حیات ہیں۔ آپ کے نواسے عالم بھی ہیں اور حافظ بھی۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کی اولاد کو پورے طور پر ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

تعارف و تبصرہ کتب

جناب ابو شاہد

کتب : ہفت روزہ ”المنبر“ استقلال پاکستان نمبر

زیر ادارت : مولانا عبد الرحیم اشرف

سائز و ضخامت : 8/36x23-58 صفحات

قیمت : ۵۰/ روپے

ناشر : مینجر ہفت روزہ ”المنبر“ جناح کالونی لائل پور

مولانا عبد الرحیم اشرف صاحب کے زیر ادارت ہفت روزہ ”المنبر“ نے اس سال 27 رمضان کو قومی بے حسی کو توڑتے ہوئے استقلال پاکستان ایڈیشن شائع کیا۔ ڈاکٹر اقبال مرحوم نے محکوم قوم کی نفسیات کا ذکر بدیں الفاظ کیا تھا:

تھا جو ناخوب بندرتج وہی خوب ہوا

کہ بدل جاتا ہے غلامی میں قوموں کا ضمیر

سوسال تک غلامی کی زندگی گزارنے کے بعد ہم ”خوب“ سے ”ناخوب“ کی طرف لڑھکتے رہے مگر افسوسناک امر یہ ہے کہ آزادی حاصل کرنے کے 25 سال بعد بھی روشن نہ بدلی۔ ہم آج بھی قومی تقریبات عیسوی کیلنڈر کے مطابق مناتے ہیں۔ 14 اگست کو یوم پاکستان منایا جاتا ہے مگر 27 رمضان المبارک کو پس پشت ڈال دیا گیا ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ اس کا جواب سوائے بے حسی کے کچھ بھی نہیں۔

اس خصوصی اشاعت میں تحریک پاکستان کی جستہ جستہ داستان بیان کی گئی ہے۔ بعض ایسی دستاویزات بھی پیش کی گئی ہیں جن کی اہمیت آج دوچند ہو گئی ہے جیسے صدر بھٹو کی 15 مارچ 66ء کی قومی اسمبلی میں تقریر، دو تاریخی قراردادیں وغیرہ۔ تحریک پاکستان اور قادیانیت پر خیال افروز مقالہ لکھا گیا ہے۔ مختصر یہ کہ یہ ایڈیشن قابل مطالعہ ہے۔

کتب : تراجمہ علمائے حدی ہند

تالیف : ابوبکی امام خاں نوشہری مرحوم

کتابت و طباعت : گوارا۔ کاغذ سفید

صفحات : 440

قیمت : 10 روپے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ناشر : حافظ عبد الرشید اظہر سلفی، جامعہ سلفیہ لائل پور

مسلمانوں نے بحیثیت قوم تاریخ دسیر کو اپنا پسندیدہ موضوع بنایا اور اس میدان میں ایسی گراں بہا خدمات انجام دیں کہ غیر مسلم مستشرقین تک سے داو و وصول کی ہے۔ ڈاکٹر سپرنگر کا قول ہے کہ مسلمانوں کے علمی سرمائے میں ”اسماء الرجال“ ایسا علم ہے جس کی مثال کوئی دوسری قوم پیش کرنے سے عاجز ہے۔

برصغیر میں صوفیائے کرام اور شعراء کے کئی تذکرے لکھے گئے مگر علماء کے حالات کی طرف چنداں توجہ نہ دی گئی۔ اکبر کے زمانے میں ملا عبد القادر بدایونی نے اپنی تاریخ میں اور بعد ازاں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ”اخبار الاخیار“ میں علماء کے تراجم کے لئے چند اوراق مخصوص کئے ہیں۔ ایسے اہل علم کی ضرورت تھی جو علمائے کرام کے تراجم اور تذکرے لکھتے۔ مولانا غلام علی آزاد بلگرامی نے ”ماثر الکرام“ اور ”سببہ المرجان“ لکھ کر کسی حد تک اس غفلت کی تلافی کی۔ بعد میں مولانا عبدالحق فرنگی محلی ”طرب الامثال“، نواب صدیق حسن خاں ”ابجد العلوم“، اور ”اتحاف النبلاء“ لکھ کر ہندوستان کی علمی تاریخ منظر عام پر لائے۔ مولوی رحمان علی نے ”تذکرہ علمائے ہند“ مرتب کیا مگر تعصب سے کام لیتے ہوئے خانوادہ ولی الہی کو صحیح مقام نہ دیا۔ دور جدید میں مولانا عبدالحق لکھنوی نے بیس سال کی محنت شاقہ سے آٹھ ضخیم جلدوں میں ”نزهت الخواطر“ جیسار فیع الشان تذکرہ لکھا۔

مندرجہ بالا تذکروں کے علاوہ مختلف علاقوں کے مشاہیر کے تذکرے بھی لکھے گئے جیسے تذکرہ کمالان رام پور۔ وقائع عبد القادر خانی، تذکرہ مشاہیر مالواری، تذکرہ اہل دہلی وغیرہ۔ ان تذکروں میں بھی ضماً علمائے کرام کے حالات آگئے ہیں۔

اس روایت کو ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی نے مزید آگے بڑھایا اور علمائے حدیث کے حالات کو اپنا موضوع سخن قرار دیا۔ اس تذکرے میں انہوں نے غیر منقسم ہند میں حدیث و سنت کی عظیم الشان خدمات سرانجام دینے والوں کا ذکر کیا ہے۔ جنہوں نے جذبہ اتباع سنت میں تصوف و فقہ کے علاوہ حدیث و سنت کی ترویج کے لئے ان تھک کوششیں کیں۔ زیر مطالعہ تذکرے میں دو سو علمائے کرام کا تعارف کرایا گیا ہے۔ مرتب نے متقدمین کی کوششوں سے بھرپور استفادہ کیا ہے اور اپنے دور کے علماء کے حالات نہایت محنت سے جمع کئے ہیں۔

کتاب کا مقدمہ سید سلیمان ندوی نے لکھا ہے۔ پہلی بار یہ کتاب 1938ء میں شائع ہوئی مگر جلد ہی نایاب ہو گئی۔ طویل عرصے کے بعد جمعیت طلبہ اہل حدیث نے یہ کتاب دوبارہ شائع کی ہے۔

مرتب کا انداز بیان دلچسپ ہے اور خصوصاً خانوادہ ولی الہی کا ذکر جس والہانہ انداز سے کیا گیا ہے قابل مطالعہ ہے جابجا اشعار سے عبارت میں رنگینی پیدا کی گئی ہے۔ کتاب قابل مطالعہ ہے۔

کتاب : محمد رسول اللہ ﷺ غیر مسلموں کی نظر میں

جمع و ترتیب : محمد حنیف یزدانی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

طباعیت	:	گوارا
صفحات	:	212
قیمت مجلد	:	5 روپے
ناشر	:	مکتبہ نذیریہ اینٹنگٹن سٹریٹ مکان نمبر 132 چھرہ لاہور

عربی کا مشہور مقولہ ہے۔ **الفضل ما شہدت به الاعداء**

محمد حنیف یزدانی نے نبی اکرم ﷺ اور قرآن کریم سے متعلق غیر مسلم مستشرقین اور راہنماؤں کے خیالات جمع کیے ہیں۔ کتاب واضح طور پر تین حصوں میں منقسم ہے۔ نبی اکرم ﷺ، قرآن اور صحابہؓ (غیر مسلموں کی نظر میں) دو چار نو مسلموں کے قبول اسلام کی ایمان افروز کہانی بھی پیش کی گئی ہے۔

قرون وسطیٰ میں عیسائی پادریوں نے یورپ میں مسلمانوں کی ایسی تصویر پیش کی کہ:

بوئے خوں آتی ہے اس قوم کے فسانوں سے

مگر گزشتہ صدی ڈیڑھ میں یہ طلسم ٹوٹ چکا ہے۔ کارلائل نے اس طلسم کو توڑنے کی پہلی کوشش کی اور پھر غیر مسلم مستشرقین کے لئے مخالفت کے باوجود نبی اکرم ﷺ کی عظمت سے انکار ناممکن ہو گیا۔ کتاب میں درج آراء و خیالات پڑھنے سے بجا طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ لوگ نبی اکرم ﷺ کو محسن انسانیت اور عظیم راہنما قرار دیتے ہیں۔ تو اسلام ہی کیوں نہیں قبول کر لیتے۔ بات دراصل یہ ہے کہ ان لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کو محض ایک عرب راہنما کی حیثیت سے مطالعہ کیا اور قرآن کریم کو شخصی افکار و خیالات سے تعبیر کیا۔ اس ذہنی پس منظر کے لوگوں سے یہ توقع عبث ہے کہ وہ حلقہ اسلام میں داخل ہو جاتے۔ تاہم جن سعید روحوں نے قرآن کریم کو الہامی کتاب کے طور پر مطالعہ کیا وہ اسلام کی گود میں آگرے۔

ایک غیر مسلم کا یہ قول ان لوگوں کے لئے سرمہ بصیرت ہے جو قرآن کو محض اخلاقی کتاب قرار دیتے ہیں۔ غیر مسلم کا خیال ہے:

”قرآن مذہبی قواعد و احکام ہی کا مجموعہ نہیں بلکہ وہ ایک عظیم الشان ملکی اور تمدنی نظام پیش کرتا ہے۔“

مرتب کتاب کی سعی قابل قدر ہے تاہم مزید تلاش و جستجو سے غیر مسلموں کے لکھے ہوئے مضامین شامل کیے جاسکتے تھے۔ ہندوؤں میں گاندھی جی، سروجنی نانایڈ اور سادھوئی کے علاوہ سوامی کشمن، لالہ کنور سین (سابق چیف جسٹس جموں و کشمیر) لالہ کرم چند ایڈووکیٹ اور ایسے ہی کئی دوسرے افراد کے خیالات جمع کیے جاسکتے تھے۔ اول الذکر سوامی کشمن نے تو نبی اکرم ﷺ کی سوانح ”عرب کا چاند“ لکھی ہے۔ کتاب کی ترتیب میں چند واضح خامیاں موجود ہیں۔ مثال کے طور پر جس حصہ کتاب میں نبی اکرم ﷺ کے بارے میں غیر مسلموں کی آراء و خیالات پیش کیے گئے ہیں۔ اسی میں امام غزالیؒ، مجدد الف ثانیؒ، امام بن قیمؒ، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ کی تحریریں پیش کر دی گئی ہیں جو واضح طور پر غیر مسلموں کے حلقے سے نہیں ہیں۔ اسی طرح بعض ابواب سرے سے موضوع سے غیر متعلق ہیں۔ امید ہے آئندہ ایڈیشن میں یہ خامیاں دور کر دی جائیں گی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کتاب	:	مقالات
ترتیب	:	رشید احمد
طباعت	:	عمدہ ٹائپ
صفحات	:	108
قیمت	:	6 روپے
ناشر	:	مکتبہ علمیہ 15- لیک روڈ لاہور

امسال نزولِ قرآن کریم کی تقریب سعید پر عجائب گھر لاہور میں مصحف مکرم کے قلمی اور نادر نسخوں کی 26 رمضان تا 15 شوال نمائش رہی۔ اس نمائش کے موقع پر عجائب گھر کے ڈائریکٹر سید محمد تقی کاظمی صاحب نے ملک کے چیدہ چیدہ اہل قلم سے قرآن سے متعلق مقالات لکھنے کی فرمائش کی۔ چنانچہ قرآن کی تدوین، کتابت اور تفہیم جیسے موضوع پر سید حسین مرتضیٰ حسین فاضل، ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی، حافظ احمد یار، ڈاکٹر عابد احمد عابد اور چند دوسرے حضرات نے مقالات لکھے۔ کل دس مقالات اس مجموعے میں شامل ہیں۔ الحاج رشید احمد صاحب نے مقالات کی ترتیب میں حسن ذوق کا اچھا ثبوت دیا ہے۔